حالاتِ سرسیّد

یعنی

عالیجناب جوادُالدولہ ڈاکٹر سرسیّد احمد خان عارفؔ جنگ بہادر (غفرلہٗ ۱۳۱۵ھ)

کی زندگی کے حالات اور اُنکی سرکاری، ملکی، قومی، اور

مذہبی خدمات کا اجمالی بیان۔

باہتمام شیو شنکر بھارگوا

لکھنؤ آرٹ پریس

ہیوٹ روڈ نمبر ۱۱۴ لکھنؤ

میں چھپا

سنہ ۱۹۳۸ء

دیباچہ

سرسید احمد خان ہمارے لئے ایک ایسی بے بہا زندگی کا نمونہ چھوڑ گئے ہین جس سے بہتر ہم اپنی موجودہ حالت کے موافق کوئی اور نمونہ قوم مین نہین پا سکتے۔ اس بزرگ کی زندگی ہم کو نصیحت کرتی ہے کہ آوازۂ خلق کو نقارۂ خدا سمجھ کر ہم اُسکے ساتھ موافقت پیدا کرین تاکہ دنیا مین آرام سے رہین اور عزت سے زندگی بسر کرین۔ یعنی جب ہم مین عمدہ حاکم بننے کی لیاقت باقی نہین رہی تو عمدہ رعیت بننے مین کوتاہی نہ کرین، تاکہ دونون عمدگیان ہاتھ سے نہ جاتی رہین۔ سرسید کی زندگی ہم کو آگاہ کرتی ہے کہ اگر دنیا مین ہم بڑا آدمی بننا چاہتے ہین تو حرص، طمع، خود غرضی، جھوٹ، آرام طلبی، اور عیش و عشرت سے ہمیشہ کیلئے دست بردار ہو جائین۔ وہ ہم کو یقین دلاتی ہے کہ تھوڑی سی تعلیم اور بہت سا تجربہ اور بالکل سچائی یہ تینون ملکر ایسے ایسے عظیم الشان کام انجام کر سکتی ہین جو بڑے بڑے حکیمون اور مدبرون سے انجام نہین ہو سکتے۔ وہ ہم کو تعصبات سے متنفر کرتی ہے اور ہدایت کرتی ہے کہ ہم اپنے باطن و ظاہر اور قول و فعل مین یکسانیت و موافقت پیدا کرین، وقت کی قدر کرین، فرض کا خیال رکھین، اپنے وقت کا ایک لمحہ ضائع نہ ہونے دین اور کام کرتے کرتے

مرجائین۔

دنیا مین بڑے سے بڑے آدمیون کی زندگی بظاہر اسی طرح شروع ہوتی ہے جس طرح عام آدمیون کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ کوئی ایسا صاف وصریح کرشمہ نظر نہین آتا جس سے اُن کی زندگی کی عظمت کا سُراغ لگ سکے۔ لیکن جب اُن کی اعلیٰ قابلیتون کے جوہر بتدریج ظاہر ہوتے ہین تو معلوم ہوجاتا ہی کہ جو باتین ابتدائی حالت مین ناچیز اور کم وزن نظر آتی تھین وہی اُن کی آیندہ ترقیات کی بنیاد تھین۔ اگر سرسیّد کی ترقی کے اسباب پر نظر کی جائے تو کہنا پڑیگا کہ جو کچھ اُن سے چالیس برس بعد ظہور مین آیا وہ اُس کے لیئے بچپن سے تیار ہورہے تھے۔ اس لحاظ سے سرسیّد کی زندگی کے حالات اس قابل ہین کہ ہمارے ملک کے جوان اُن کا مطالعہ کرین اور بار بار مطالعہ کرین، اور دعا کرین کہ خدا اُنھین ایسی توفیق عنایت فرمائے کہ وہ سرسیّد کے نمونہ سے فائدہ اُٹھا کر اپنے وجود سے ملک و قوم کو نفع پہنچانے کی کوشش مین لگے رہین۔

لوٹ

''حالات سرسیّد'' کا ماخذ کلیتہً ''حیات جاوید'' ہے۔

فہرست مضامین

(پہلا حصہ) زندگی کے حالت

۱۔ سنہ ۱۸۱۷ء لغایت سنہ ۱۸۳۸ء

خاندان	۱
بچپن	۳
تعلیم	۴

۲۔ سنہ ۱۸۳۸ء لغایت سنہ ۱۸۵۷ء

ملازمت	۷
رسائل مذہبی	۸
خطاب بادشاہی	۹
آثار الصنادید	۱۰
رسائل مذہبی وغیرہ	۱۲
تاریخ ضلع بجنور	۱۳
آئین اکبری کی تصحیح	۱۴

۳۔ سنہ ۱۸۵۷ء لغایت سنہ ۱۸۶۸ء

ایام غدر	۱۶
خدمات غدر کا صلہ	۱۹
مراد آباد کی تبدیلی	؍؍
تاریخ سرکشی بجنور	۲۱
مدرسہ مراد آباد	۲۱
رائے درباب تعلیم	؍؍
رسالہ اسباب بغاوت	؍؍
ملکہ معظمہ کے اعلان کا شکریہ	۲۳
رسالہ لائل محمڈنز آف انڈیا	؍؍
تحقیق لفظ نصاریٰ	۲۴
انتظام قحط مراد آباد	۲۵
تاریخ فیروز شاہی کی تصحیح	؍؍
تبیین الکلام	؍؍
بی بی کا انتقال	۲۶
تبادلۂ غازیپور	؍؍
سائنٹیفک سوسائٹی کا قائم کرنا	۲۶
غازیپور میں مدرسہ قائم کرنا	۲۷
تبادلۂ علیگڈھ	؍؍
برٹش الیسوسی ایشن	۲۸
علیگڈھ اور اٹاوہ میں تعلیمی کمیٹیاں	؍؍
انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا اجراء	۲۹
بنارس کی تبدیلی	؍؍

ورنیکلر یونیورسٹی کی تحریک ۳۰
سائنٹفک سوسائٹی کی مستقل امداد کی تدبیرین ″
ہومیوپیتھک علاج کی حمایت ۳۲
رسالہ احکام طعام اہل کتاب ۳۴

۴- سنہ ۱۸۶۹ء لغایت سنہ ۱۸۷۰ء

روانگی انگلستان ۳۵
لندن کے عمائد سے ملاقات ۳۶
سول انجینیرون کے جلسے مین شرکت ۳۷
خطابات و تمغہ ۳۷
ملکہ معظمہ کے لیوی مین شرکت ۳۷
اتھینیم کلب کی ممبری ۳۸
کیمبرج یونیورسٹی مین جانا ″
انگلستان کی تعلیم و ترقی پر غور ۳۹
خطبات احمدیہ کی تکمیل و اشاعت ۴۰

۵- سنہ ۱۸۷۰ء لغایت سنہ ۱۸۷۸ء

ہندوستان مین واپس آنا ۴۲
تہذیب الاخلاق ۴۲
کمیٹی خواستگار تعلیم مسلمانان ۴۴
کمیٹی خزینۃ البضاعۃ ۴۷
ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو ۴۸
علیگڈھ مین ابتدائی مدرسہ قائم کرنا ۴۹
سنگ بنیاد کا جلسہ ۵۰
فراہمی چندہ کی تدبیرین ″
کالج کی عمارتین ۵۲
تعلیم ۵۳
کالج کی جماعتین جاری ہونا ۵۳
تفسیر القرآن ۵۴

۶- سنہ ۱۸۷۸ء لغایت سنہ ۱۸۹۸ء

قانون ٹیکہ چیچک قانون تقرر قاضیان ۵۶
مسودہ قانون وقف خاندانی ۵۷
کونسل مین تقریرین ″
تعلیمی کمیشن مین شہادت ۵۸
محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن ″
محمڈن ایسوسی ایشن علیگڈھ ۵۹
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کرنا ″
پبلک سروس کمیشن کی ممبری ۶۱
انڈین نیشنل کانگرس کی مخالفت ″
پٹریاٹک ایسوسی ایشن ۶۳
تمغہ ستارہ ہند ڈاکٹر آف لاز کی ڈگری ۶۴
ٹرسٹی بل پر اختلاف ۶۵
کالج کے روپیہ مین غبن ۶۶
وفات ۶۶

(دوسرا حصہ) زندگی تصنیفات اور کامون پر تبصرہ

سرسید کی ترقی کے اسباب	۷۱
سرسید کی ملکی خدمات اور اُنکے نتائج	۷۵
(۱) سرکاری خدمات	〃
حسن خدمت	۷۶
بے غرضی و دیانت داری	۷۷
بے تعصبی اور انصاف	۷۹
وفاداری اور فیصلے	۸۰
استحقاق صلۂ پولٹیکل خدمات	۸۲
رسالہ اسباب بغاوت	〃
(۲) ملکی و قومی خدمات	۸۳
خارجی اسباب سے متأثر نہ ہونا	۸۴
مدرسہ مراد آباد	۸۴
انتظام قحط اور یتیمون کی حفاظت	۸۵
غلط فہمیون کا ازالہ	〃
سائنٹفک سوسائٹی	۸۶
ادب اُردو کی ترقی	〃
غازیپور کا مدرسہ	〃
برٹش ایسوسی ایشن	۸۷
ہومیوپیتھک علاج کی تائید	〃
تعلیمی کمیٹیان	〃
اُردو زبان کی حمایت	۸۷
مسلمانون اور انگریزون مین میل جول	۸۸
بعد و مین افسرون سے جھگڑا	〃
ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو	۸۹
ولایت مین مسلمانون کی خیرخواہی	〃
مسلمانومین انگریزی تعلیم پھیلانے کی تدبیرین	۹۰
مدرسۂ اسلامیہ کا قائم ہونا	۹۱
محمڈن کالج	۹۲
ترقی تعلیم کی دیگر تدبیرین	۹۳
پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت	〃
الہ آباد یونیورسٹی کی مخالفت	۹۴
ٹیکنکل تعلیم کی مخالفت	〃
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس	۹۵
نیشنل کانگرس کی مخالفت	۹۵
سرسید کی مذہبی خدمات	
خطبات احمدیہ	۹۷
جان ڈیون پورٹ کی کتاب	۱۰۱
گاڈفری ہیگنز کی کتاب	〃
رسالہ ابطال غلامی	۱۰۲
تفسیر القرآن	〃
ریفارمیشن اور اُس کا منشاء	

مذہبی مسائل مین علمائے سلف سے اختلاف	۱۰۵
ریفارمیشن کی مخالفت	۱۰۶
سرسید کی کامیابی اور اُسکے اسباب	
پالیٹکس	۱۱۰
تعلیم	۱۱۳
مذہبی تحقیقات	۱۱۵
سوشل ریفارم	۱۱۶
تصنیف و تالیف	۱۱۷
طرز تحریر ص ۱۱۸ مجمع عام مین تقریر کرنا	۱۱۹
شکل و شمائل، اوضاع و عادات، اخلاق و خصائل و مذہب،	
شکل و شمائل	۱۲۱
اوضاع و عادات	۱۲۲
عادات و خصائل	۱۲۴
مذہب	۱۲۶

حالاتِ سرسیّد

پہلا حصّہ

سرسید کی زندگی کے حالات

(۱)

سنہ ۱۸۱۷ء سے سنہ ۱۸۳۹ء تک

خاندان سید احمد خان ۱۷؍ اکتوبر سنہ ۱۸۱۷ء (مطابق ۵؍ ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۲ھ) کو دہلی مین پیدا ہوئے۔ وہ باپ کی طرف سے حسینی سید ہین اور اُن کا سلسلۂ نسب چھتیس ۳۶ واسطون سے آنحضرت صلعم تک پہنچتا ہے۔

جس زمانہ مین بنی فاطمہ کو بنی اُمیہ اور بنی عباس کے ظلم و ستم سے عرب و عراقِ عرب مین رہنا دشوار ہو گیا تھا، سادات کے اکثر خاندان دور دور دراز ملکون مین جا رہے تھے۔ اُسی زمانہ مین سرسیّد کے اجداد بھی ایران کے مشہور قدیم شہر ہمدان مین چلے آئے اور آخر مین ہرات مین مستقل سکونت اختیار

کرلی۔ اُن کے بزرگ پہلے پہل غالباً شاہجہان کے عہد مین ہندوستان آئے اور اُسوقت سے اکبر شاہ ثانی کے زمانہ تک سلطنت مغلیہ سے منسلک رہے چنانچہ سرسید کے دادا سید ہادی بھی متعدد اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

سید ہادی کے بیٹے یعنی سرسید کے والد میر متقی ایک آزاد طبیعت کے آدمی تھے۔ والد کے انتقال کے بعد جب ان کا خطاب اور منصب انھین دیا جانا تجویز ہوا تو انھون نے اس برائے نام اعزاز کو قبول کرنا مصلحت نہ سمجھا۔ کیونکہ بادشاہت اب صرف نام کی بادشاہت تھی۔ تاہم قلعہ سے تعلقات بدستور قائم رہے اور اکبر شاہ ثانی کے زمانہ مین ان کا رسوخ دربار مین پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا تھا اور شاہ وقت اور دوسرے شہزادے بڑے ادب و لحاظ سے پیش آتے تھے۔

خواجہ فریدالدین احمد اپنے زمانے کے ایک نامی شخص تھے اور اپنے خاندان مین سب سے زیادہ با اقبال، لائق، دانشمند، صاحب علم و فضل اور ریاضیات کے ماہر تھے۔ انھون نے سلطنت مغلیہ اور حکومت انگلشیہ کی نہایت اہم خدمات انجام دی ہین۔ سید ہادی اور خواجہ فرید مین بہت رسم و راہ تھی۔ والد کے انتقال کے بعد میر متقی بھی خواجہ صاحب سے نہایت ادب سے ملتے تھے اور خواجہ صاحب بھی ان پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ آخر کار انھون نے اپنی بڑی بیٹی عزیز النسا بیگم کی شادی میر متقی سے کر دی۔ یہی خاتون سرسید کی والدہ ہین۔

سرسید کی والدہ مین قدرتی قابلیت معمولی عورتون سے بہت زیادہ تھی۔

اُن کی تعلیم اگرچہ قرآن مجید اور چند ابتدائی فارسی کتب تک محدود تھی مگر اولاد کی تربیت کا اُنہیں خداداد ملکہ تھا۔ میر متقی نہایت آزاد منش آدمی تھے جب وہ شاہ غلام علی کے مُرید ہو گئے تو اُن کی طبیعت میں اور بھی زیادہ بے تعلقی پیدا ہو گئی اسلئے اولاد کی تعلیم و تربیت کا بار سرسید کی والدہ پر تھا۔

بچپن | سرسید اپنے والدین کی تیسری اولاد تھے۔ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچون کی نسبت زیادہ قوی، توانا اور ہاتھ پاؤن سے تندرست پیدا ہوئے تھے۔ خود سرسید کا بیان ہے کہ بچپن مین جسمانی صحت اور طبعی قابلیت کے علاوہ اُنمین کوئی اور خصوصیت نہ تھی۔ اُن کی زندگی کا آغاز معمولی آدمیون کی زیادہ چمکدار تھا۔ اُنھون نے اپنے قوائے ذہنیہ کو محض دماغی ریاضت اور لگاتار غور و فکر سے بتدریج ترقی دی تھی۔

بچپن مین سرسید کے کھیلنے کودنے پر بعض پابندیان عائد تھین یعنی اُنھین یہ اجازت نہ تھی جہان چاہین اور جس کے ساتھ چاہین کھیلتے کودتے پھرین۔ اُن کے نزدیکی رشتہ دارون کے چودہ پندرہ لڑکے ان کے ہمعمر تھے جو آپس مین کھیلنے کودنے کو کافی تھے، اسلئے اُنھین نوکرون اور اجلافون کے بچون اور شریفون کے آوارہ لڑکون سے ملنے جلنے اور اُن کے ساتھ کھیلنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ بزرگون کی طرف سے اجازت تھی کہ جس کھیل کو جی چاہے شوق سے کھیلو مگر کسی کھیل کو چھپا کر نہ کھیلو۔ سب لڑکے اپنے بڑون کے سامنے کھیلتے تھے۔ اُن کے

کھیلوں میں کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے بزرگوں کے سامنے نہ کر سکیں۔
بچپن میں سرسید بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ گرمی اور برسات کے دنوں میں اپنے والد سے تیرنا سیکھتے تھے۔ تیر اندازی کا بھی شوق تھا اور اسمیں خاصی مشق ہو گئی تھی۔

اہل اللہ اور مقدس لوگوں کی عظمت کا خیال بچپن ہی سے سرسید کے دل میں بٹھایا گیا تھا۔ اپنے والد کے ساتھ وہ اکثر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں جاتے تھے اور شاہ صاحب سے اُن کی عقیدت کا رنگ اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے۔

سرسید کے والد کو اکبر شاہ ثانی کے زمانہ میں ہر سال تاریخ جلوس کے جشن پر پانچ پارچہ اور تین رقوم جواہر کا خلعت عطا ہوتا تھا مگر اخیر میں اُنھوں نے دربار کا جانا کم کر دیا تھا اور اپنا خلعت سرسید کو دلوانا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ اُن کی عمر آٹھ نو برس سے زیادہ نہ تھی۔ اسی زمانہ میں اُنھوں نے راجہ رام موہن رائے کو کئی بار دربار شاہی میں دیکھا تھا۔

تعلیم | شاہ غلام علی صاحب نے بسم اللہ کہلائی اور ایک شریف پردہ نشین عورت سے سارا قرآن ناظرہ پڑھا۔ اس کے بعد باہر مکتب میں پڑھنے لگے۔ مولوی حمید الدین ایک ذی علم اور بزرگ آدمی اُن کے نانا کے متوسلین میں تھے۔ اُن سے معمولی کتابیں کریما، خالق باری، آمدنامہ، بوستان

اور ایسی ہی ایک آدھ اور کتاب سے زیادہ نہین پڑھا۔ اس کے بعد عربی پڑھنا شروع کی۔ عربی مین شرح ملا، شرح تہذیب، میبذی، مختصر معانی اور مطول انا قلت تک پڑھی مگر نہایت بے پروائی اور کم توجہی کے ساتھ۔ اسکے بعد اپنے خاندانی علم ریاضی پڑھنے کا شوق ہوا۔ اس علم مین اُن کے ننھیال کے لوگ دلّی مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اُنھون نے اپنے ماموں نواب زین العابدین خان سے حساب کی معمولی درسی کتابین تحریر اقلیدس کے چند مقالے، ہیأت مین شرح چغمینی تک اور ایک آدھ رسالہ متوسطات کا پڑھا۔ مگر متوسطات کے تمام رسالے نہین پڑھے، اور نہ مجسطی کے رسالے پڑھنے کی نوبت آئی کیونکہ آلات رصد کا زیادہ شوق ہوگیا تھا چنانچہ آلات رصد بر جندی اور چند رسالے مثل اعمال کرہ اعمال اصطرلاب، رسالہ صنعت اصطرلاب، ربع مجیب، ربع مقنطر، ہلزون جریب لساعۃ پرکار تقسیم، پرکار متناسبہ اپنے ماموں سے پڑھے اُسی زمانہ مین طب پڑھنے کا شوق ہوگیا۔ حکیم غلام حیدر خان ایک خاندانی حکیم تھے اُن سے طب کی ابتدائی کتابین قانونچہ، موجز وغیرہ پڑھنے کے بعد معالجات سدیدی، شرح اسباب، اور نفیسی امراض فصل عین تک پڑھی اور چند ماہ تک اُن کے پاس مطب بھی کیا۔ پھر پڑھنا چھوڑ دیا۔ اسوقت اُن کی عمر اٹھارہ اُنیس برس کی تھی اس کے بعد بطور خود کتابون کے مطالعہ کا برابر شوق رہا، اور دلّی مین جو اہل علم اور نامآور فارسی دان تھے جیسے صہبائی، غالب اور آزردہ وغیرہ

اُن کی صحبت مین اپنا وقت صرف کرنے لگے۔

عنفوان شباب | سید کا عنفوان شباب نہایت زندہ دلی اور رنگین صحبتون مین گذرا تھا وہ راگ رنگ کی مجلسون مین شریک ہوتے تھے۔ دوستون کے ساتھ باغون کی سیر کو جاتے تھے۔ ہولی کے جلسون اور تماشون مین جاتے تھے پھول والون کی سیر مین پہنچتے تھے، اور وہان کی صحبتون مین شریک ہوتے تھے۔ بسنت کے میلون مین بھی جاتے تھے۔ خود اُن کے نانا خواجہ فرید کی قبر پر جو بسنت کا میلہ ہوتا تھا اُسمین اپنے اور بھائیون کے ساتھ وہ بھی مہتمم اور منتظم ہوتے تھے۔

یہ جلسے اور صحبتین آخر کار رنگ لائے بغیر نہ رہین۔ اگرچہ سر سید سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر مین متاہل ہو گئے تھے تاہم وہ اپنے تئین لغزشون سے نہ بچا سکے۔ لیکن جس حیرت انگیز طریقہ پر اُنھون نے خود کو اس دلدل سے نکالا وہ درحقیقت اُن کی زندگی کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جسکو اُن کی اخلاقی طاقت کا سب سے پہلا کرشمہ سمجھنا چاہیے۔ سر سید کی تبدیلی کا سب سے بڑا سبب اُن کے بڑے بھائی سید محمد خان، کا قبل از وقت انتقال کرنا تھا۔ بھائی کے مرتے ہی ان کا دل رنگین صحبتون سے بالکل اُچاٹ ہو گیا۔ لباس مین سادگی آ گئی۔ سر گھٹوا لیا۔ داڑھی چھوڑ دی۔ پائنچے متشرع کر لئے۔ کرتا پہن لیا۔ رنگین طبع نوجوانون کی صحبت رفتہ رفتہ کم ہونے لگی اور روز بروز مولویت کا رنگ چڑھنے لگا۔

۱۸۳۸ء سے ۱۸۵۷ء تک

ملازمت | ۱۸۳۸ء مین سر سید کے والد کا انتقال ہوا۔ اُسوقت سر سید کی عمر بائیس ۲۲ سال سے کچھ کم تھی۔ قلعہ کی تنخواہ بند ہو گئی۔ ان کی والدہ کے نام ایک قلیل رقم جاری رہی۔ سر سید کو گورنمنٹ کی ملازمت کا خیال پیدا ہوا۔ اُنکے رشتہ دارون نے قلعہ سے قطع تعلق کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن انھون نے قلعہ کا سہارا چھوڑ دیا۔ ان کے خالو مولوی خلیل اللہ خان دلی مین صدر امین تھے۔ انھون نے اپنی کچہری مین کام سیکھنے کی اجازت دیدی۔ پھر دنون بعد وہین سر رشتہ دار ہو گئے۔ اسی اثنا مین مسٹر رابرٹ ہملٹن دلی مین جج ہو کر آئے۔ وہ سر سید کو پہلے سے جانتے تھے۔ یہ اُن سے ملنے گئے اور ملازمت کی درخواست کی۔ انھون نے اُن کو عدالت سشن کا سر رشتہ دار بنانا چاہا اور وعدہ کیا کہ ہم سب کچھ بتاتے رہین گے۔ مگر سر سید نے کہا کہ جس کام کی مین اپنے مین لیاقت نہین پاتا اسکو کیونکر قبول کر سکتا ہون۔ بدستور حسب اپنی مین کام کرتے رہے مسٹر ہملٹن آگرہ کے کمشنر ہو گئے اور چلتے وقت اپنے جانشین مسٹر ٹلنیڈسی کے نام ایک چھٹی دیگئے کہ سید احمد خان کا خیال رکھین مسٹر ٹلنیڈسی ابھی تک کچھ نہ کر پائے تھے کہ مسٹر ہملٹن نے سر سید کو آگرہ بلا لیا اور فروری ۱۸۳۹ء مین دفتر کمشنری مین نائب منشی کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔

اسی زمانے مین سر سید نے "جام جم" کے نام سے فارسی زبان مین ایک فہرست

بطور نقشہ مرتب کی سنہ ۱۸۴۰ء مین یہ فہرست چھپ کر شائع ہوئی - اسمین امیر تیمور سے ابوظفر بہادر شاہ تک مختلف خاندانون کے ۴۳ بادشاہون کا حال سترہ سترہ خانون مین قلمبند کیا ہے - اس کے بعد اُنھون نے قوانین دیوانی متعلقہ منصفی کا ایک خلاصہ تیار کر کے کمشنر کے ذریعہ سے گورنمنٹ مین پیش کیا - کمشنر نے اُن کیلیے عہدۂ منصفی کی سفارش بھی کی - ابھی اُن کو یہ عہدہ ملنے نہ پایا تھا کہ منصفی کیلیے امتحان کے قواعد جاری ہوگئے - کمشنر نے اُنھین امتحان دینے کی ہدایت کی - سر سیّد نے امتحان کی تیاری کی اور امتحان مین بیٹھے - پہلی ہی بار امتحان مین کامیاب ہوگئے -

دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء مین منیپوری کی منصفی خالی ہوئی جس پر اُن کا تقرر ہوگیا - جنوری سنہ ۱۸۴۲ء مین منیپوری سے تبدیل ہوکر فتحپور سیکری گئے - چار برس تک یہان منصف رہے -

رسائل مذہبی | اس زمانہ مین سر سیّد نے تین رسالے تالیف و شائع کیے -

(۱) جلاء القلوب بذکر المحبوب (مؤلفہ سنہ ۱۲۵۸ھ) اس رسالہ مین آنحضرت کی ولادت، وفات، معجزات، اور دیگر حالات کے متعلق صحیح روایتین درج کی ہین -

(۲) تحفۂ حسن (مؤلفہ سنہ ۱۲۶۰ھ) یہ ترجمہ ہے اثنا عشریہ کے دسوین اور بارہوین باب کا - دسوین باب مین وہ مطاعن مع جوابات مذکور ہین جو شیعہ حضرات

صدیق اکبرؓ پر کرتے ہین اور بارہوین باب مین تولّا اور تبرّا کا بیان ہے۔

(۳) سہیل فی جرِ ثقیل (مطبوعہ ۱۸۴۷ء) یہ اُردو ترجمہ ہے ابو ذر یمنی کے عربی رسالہ کے ترجمہ فارسی موسوم بہ معیار العقول کا۔ اس رسالہ مین جرِ ثقیل کے پانچ اصول بیان کئے گئے ہین۔

خطاب بادشاہی

۱۸۴۲ء مین جب سرسید کا تبادلہ مین پوری سے فتحپور سیکری کو ہوا تو چند روز کیلئے دہلی بھی گئے۔ حکیم احسن اللہ خان نے بادشاہ سے سرسید کی تقریب کی کہ اُن کے دادا کا خطاب اُن کو ملنا چاہیئے۔ بادشاہ نے منظور کر لیا۔ سرسید کے دادا کا خطاب جواد الدولہ تھا مگر بادشاہ نے اس مین عارف جنگ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا کر جواد الدولہ سید احمد خان عارف جنگ کا خطاب عنایت کیا اور خطاب ملنے کی تمام رسمین حسب قاعدہ ادا کی گئین۔

۲۹ فروری ۱۸۴۶ء مین سرسید کا تبادلہ دہلی کو ہو گیا۔ اسوقت اُن کی عمر انتیس برس کی تھی۔ اُنھین خیال ہوا کہ جو کتابین ابتدا مین کم توجہی اور بے پروائی سے پڑھی تھین اور اب بالکل نسیاً منسیاً ہو گئی ہین اُن کو از سر نو غور اور توجہ سے پڑھئے چنانچہ اُنھون نے مولوی نوازش علی سے کچھ پچھلی پڑھائی کو تازہ کیا اور فقہ و اصول فقہ مین چند کتابین پڑھین۔ مولوی فیض الحسن سے مقامات حریری کے چند مقالے اور سبعہ معلقہ کے چند قصیدے پڑھے اور مولانا مخصوص اللہ سے حدیث پڑھنا شروع کی اور پھر قرآن مجید کی سند لی۔

آثار الصنادید۔ دہلی کے زمانۂ قیام مین سر سید کو شہر کی عمارتون کی تحقیقات کا خیال ہوا۔ بات یہ تھی کہ اُن کی آمدنی گھر کے اخراجات کو مشکل سے مکتفی ہوتی تھی۔ آدمی نہایت فراخ حوصلہ اور کشادہ دل تھے۔ خرچ کی تنگی کے سبب اکثر منقبض رہتے تھے لہٰذا اس تنگی کو رفع کرنے کی تدبیرین سوچنے لگے۔ اُن کے بڑے بھائی نے ایک اخبار جاری کیا تھا جسکا نام "سید الاخبار" تھا۔ سر سید نے سوچا کہ کچھ تو اس اخبار کو ترقی دینا چاہیے، اور کچھ عمارات دہلی کے حالات ایک کتاب کی صورت مین جمع کر کے شائع کرنا چاہیے۔ آثار الصنادید کا پہلا اڈیشن ڈیڑھ برس کے اندر چھپ کر شائع ہو گیا۔ حالانکہ ٹوٹی پھوٹی عمارتون کے نقشے مصوّر سے کھچوانا، کتبون کے چربے اُتارنا اور ہر ایک کتبہ کو اُس کے اصلی خط مین دکھانا فی الحقیقت دشوار کام تھا۔ آثار الصنادید مین چار باب تھے۔

۱۔ عمارات بیرون شہر کے بیان مین۔ (۱۳۰ عمارتون کا بیان ہے)

۲۔ لال قلعہ اور اُسکی عمارتون کے بیان مین (۳۲ عمارتون کا بیان ہے)

۳۔ خاص شہر شاہجہان آباد کی عمارتون وغیرہ کے بیان مین (یہ باب بیانات پر مشتمل ہے)

۴۔ دہلی کے مشہور اور نامور لوگون کے ذکر مین جو سر سید سے کچھ پہلے یا اُن کے زمانے مین موجود تھے۔ ۲۰۰ مشاہیر کا حال بیان کیا ہے)

آثار الصنادید کے اس اڈیشن کی عبارت قدیم طرز کی رنگینی اور مبالغہ اور تکلفات باردہ کے سبب آجکل کے مذاق کے موافق بہت پھیکی اور بے مزہ ہو گئی تھی علاوہ

ازین بہت سی خامیان اور فروگذاشتین بھی رہ گئی تھین۔ مگر مضمون کے لحاظ سے نہایت عبرت خیز تھی۔ یہ ایڈیشن ۱۸۴۷ء مین چھپ کر شائع ہوا۔ اُس زمانہ مین مسٹر رابرٹس (کلکٹر و مجسٹریٹ شاہجہان آباد) رخصت پر ولایت گئے تو آثار الصنادید کا بھی ایک نسخہ ساتھ لیگئے اور جاکر رائل ایشیاٹک سوسائٹی مین پیش کیا۔ سوسائٹی کے ممبرون نے صلاح دی کہ اگر اس کتاب کا انگریزی مین ترجمہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ مسٹر رابرٹس ولایت سے واپس آئے تو اُنھون نے سرسید کی شرکت سے اس کا انگریزی مین ترجمہ کرنا چاہا۔ اسوقت سرسید کو خیال ہوا کہ جو خامیان پہلے ایڈیشن مین رہگئی تھین اُن کی درستی اور اصلاح کر دی جائے۔ اُنھون نے کتاب پر نظر ثانی کر کے از سر نو مرتب کیا۔ اس بار عبارت مین نہایت سادگی ہے۔ بیان بھی ایشیائی مبالغون اور تکلفات سے بری ہر۔ اس اڈیشن کیلیے سرسید نے نقشے بھی از سر نو تیار کرائے تھے۔ یہ ایڈیشن ۱۸۵۴ء مین چھپ کر تیار ہو گیا تھا مگر نہ اس ایڈیشن سے اور نہ پہلے اڈیشن سے سرسید کو مالی انتفاع ہوا۔ دوسرے اڈیشن کے قریب قریب تمام نسخے غدر مین تلف ہو گئے، اور پہلے اڈیشن مین ایک شخص کی بدعہدی کے باعث سراسر نقصان رہا۔

مسٹر رابرٹس نے سرسید کی شرکت سے اسکا ترجمہ انگریزی مین ترجمہ کرنا شروع کیا تھا مگر ابھی بہت کام باقی تھا کہ مسٹر رابرٹس کا دتی سے تبادلہ ہو گیا۔ نہین معلوم پھر اُس ترجمہ کا کیا حشر ہوا۔ فرانس کے مشہور مستشرق گارسن دی تاسی نے ۱۸۶۱ء مین

اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان مین کر کے مشتہر کیا۔ اس ترجمہ کو دیکھکر لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے سرسید کو سوسائٹی مذکور کا اعزازی فیلو مقرر کیا۔

رسائل مذہبی وغیرہ ۔ سرسید نے اُس زمانے مین جب وہ دلی مین منصف تھے، آثار الصنادید کے علاوہ اور بھی کئی رسالے لکھے۔ جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) فوائد الافکار فی اعمال الفرجار (ترجمہ ۱۸۴۶ء)۔ یہ رسالہ سرسید کے نانا نواب دبیر الدولہ (خواجہ فرید) کے اُن فارسی مسودات کا تھا جو اُنھون نے پرکار متناسبہ کے اعمال پر قلمبند کئے تھے۔ اسمین مثالیں سرسید نے اپنی طرف سے اضافہ کین۔

(۲) قول متین در ابطال حرکت زمین۔ اس رسالہ مین قدیم خیالات کے مطابق سرسید نے زمین کی حرکت کو غلط ثابت کرنا چاہا تھا۔

(۳) کلمۃ الحق (مؤلفہ ۱۸۴۹ء)۔ یہ رسالہ پیری مریدی اور بیعت کے مروّجہ طریقہ کی مخالفت مین لکھا ہے۔

(۴) راہ سنت در ردّ بدعت (مؤلفہ ۱۸۵۰ء) متبعین سنت کی تائید مین۔

(۵) نمیقہ در بیان مسئلہ تصور شیخ (مرقومہ ۱۸۵۲ء)۔ یہ ایک فارسی مکتوب ہے جسمین مشائخ نقشبندیہ کے تصور کو وسیلۂ رحمت الٰہی بتایا ہے۔

(۶) سلسلۃ الملوک (مرتبہ ۱۸۵۲ء)۔ یہ ایک مختصر مگر مفید اور صحیح فہرست اُن راجاؤن اور بادشاہون کی ہے جو دلی مین پانچہزار برس سے نوبت بہ نوبت فرمان روا ہوتے چلے آئے۔ اسمین راجہ یدھشٹر سے لیکر ملکہ معظمہ تک

دستور دفرمان رواؤن کی کیفیت نہایت تحقیق اور جانفشانی سے قلمبند کی ہی۔

(۷) کیمیائے سعادت کے چند اوراق کا ترجمہ (۱۸۵۳ء)۔

سرسید دلّی مین درجہ اوّل کے منصف ہو گئے تھے اور اب اُن کا نمبر صدر امینی کا تھا۔ ۱۳ جنوری ۱۸۵۵ء کو وہ مستقل صدر امین ہو کر دلّی سے بجنور کو تبدیل ہو گئے۔ بجنور مین سوا دو برس گزرے تھے کہ غدر ہو گیا۔ اس قلیل مدت مین انھون نے اپنے فرائض منصبی کے علاوہ دو اور قابل ذکر کام کئے۔ ایک تو ضلع بجنور کی تاریخ کی ترتیب و تدوین، دوسرے آئین اکبری کی تصحیح و تکمیل۔

تاریخ ضلع بجنور | ضلع بجنور کی تاریخ سرسید نے کلکٹر ضلع کی تحریک سے لکھنا شروع کی اور اپنی جبلی عادت کے موافق نہایت تحقیق اور کاوش و محنت کیساتھ لکھی جب یہ تاریخ لکھی جا چکی تو صاحب کلکٹر نے ملاحظہ کیلئے صدر بورڈ مین بھیجدی۔ ابھی وہ واپس نہ آئی تھی کہ غدر ہو گیا اور آگرہ مین تمام دفاتر سرکاری کے ساتھ وہ بھی ضائع ہو گئی۔

اس تاریخ مین سرسید نے ایک طویل بحث سنہ فصلی کے متعلق لکھی تھی، اور جو غلطی سنہ فصلی اور سنہ عملی مین فرق نہ کرنے اور دونون کو ایک سمجھنے گے سرکاری دفترون مین ہمیشہ سے چلی آتی تھی اُسکو نہایت وضاحت کے ساتھ گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا اور جو مشکلات اُس غلطی سے لازم آتی تھین اُن کو جتایا تھا۔ غدر کے دو تین برس کے بعد گورنمنٹ نے سنہ مالی کے نام سے ایک اور سنہ

جاری کیا جس سے وہ تمام مشکلات رفع ہو گئین جو سرسید نے اپنی تاریخ مین جتائی تھین تعجب نہین کہ سرسید کی وہ بحث جو اس امر کے متعلق تاریخ بجنور مین لکھی تھی، بورڈ کے کسی ممبر کے ذہن مین محفوظ رہی ہو، اور اسی بنا پر سنہ بالی مقرر کیا گیا ہو۔

آئین اکبری کی تصحیح جب سرسید دلّی مین منصف تھے تو حاجی قطب الدین مرحوم نے جو دلّی کے ایک مشہور تاجر تھے اُن سے درخواست کی تھی کہ "آئین اکبری" پر ایک تفصیلی نظر ڈال کر اُسکی تصحیح کر دین۔ اس کے معاوضہ مین اُنھون نے آئین اکبری کے چھپے ہوئے نسخے سولہ سو روپئے کی قیمت کے نذر کرنے کا وعدہ کیا۔ اُسوقت تو سرسید نے اُس کام کو ہاتھ مین لینا مناسب نہ سمجھا لیکن بمجبور ہو کر یہ کام شروع کر دیا۔ آئین اکبری کی تصحیح سخت دشوار کام تھا کیونکہ کاتبون کے سہو و خطا سے اُسکے بیشتر حصے مسخ ہو گئے تھے۔ سرسید نے سب سے پہلے متعدد نسخے بہم پہنچائے اور اُن کی مدد سے ایک صحیح نسخہ تیار کیا۔

اس کے بعد اُنھون نے غیر مانوس اور غیر زبان کے الفاظ کی تشریح کی اُس زمانے کے اوزان و سکہ کی موجودہ زمانہ کے اوزان و سکہ سے مطابقت کی۔ اکبر کے زمانے کے جن سکون کا ابوالفضل نے ذکر کیا تھا اُن کے دونون رُخ کی تصویرین دین اور اکبری دور کے سونے چاندی کے آٹھ اور سکون کی بھی تصویرین اضافہ کین۔ اسطرح پہلی اور تیسری جلد تصحیح کر کے چھپنے کو بھیجدی گئی مگر دوسری جلد کی تصحیح مین یہ مشکل پیش آئی کہ ابوالفضل نے آئین اخراج کے متعلق جو تمام ہندوستان

کا محاصل لکھا تھا وہ تمام نسخون مین مختلف تھا اور اُسکی تصحیح کا کوئی ذریعہ نہ تھا اتفاق سے سرسید کے نانا، نواب دبیر الدولہ کے وقت کی ایک کتاب نکل آئی، جسمین سلطنت مغلیہ کے تمام بادشاہوں کے عہد کا محاصل نہایت مفصل اور صحیح درج تھا اس کتاب کی مدد سے دوسری جلد بھی مکمل ہو گئی۔ دوسری جلد کے ساتھ سرسید نے ایک طویل دیباچہ بھی لکھا جو گویا آئین اکبری پر ایک مفصل ریویو تھا۔ لیکن اس جلد کے چھپنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ غدر ہو گیا اور مسودہ تلف ہو گیا سرسید کی تصحیح کردہ آئین اکبری کی صرف پہلی اور تیسری جلد (مطبوعہ ۱۲۷۲ھ) کہیں کہیں پائی جاتی ہین۔

مرزا غالب، نواب مصطفےٰ خان وغیرہ کے دل مین آئین اکبری کی کچھ زیادہ وقعت نہ تھی مگر اہل یورپ اس کتاب کو ہندوستان کی تاریخون مین بنظر سمجھتے ہین۔ ۱۷۸۶ء سے اہل فرانس اور انگریز اسکی طرف متوجہ ہوئے ہین۔ اُسوقت سے ۱۸۷۳ء تک اُس کے متعدد ترجمے اور خلاصے فرانسیسی اور انگریزی مین ہو چکے ہین مسٹر ایچ بلاکمین کی رائے مین "یہ کتاب مسلمانون کی تاریخون مین جو ہندوستان مین لکھی گئی اپنا نظیر نہین رکھتی" اُن کی رائے مین "یہ کتاب اُس سلطنت کی جو ۱۵۹۰ء کے قریب تھی ایک انتظامی رپورٹ اور نقشجات ہین جن مین اکبر کے عہد کے تمام حالات اور واقعات درج ہین"۔

سرسید کا ایک ایسی نادرالوجود کتاب کی تصحیح کرنا فی الحقیقت پبلک پر

ایک بہت بڑا احسان تھا۔

غدر کے قبل صرف سوا دو برس تک سر سید بجنور مین مقیم رہے۔ مگر اس قلیل عرصہ مین اپنے فرائض منصبی کے علاوہ انھون نے اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے مفید کام انجام دیئے۔ رفاہ عام کا تمام کام اُن کے سپرد تھا۔ وہی رپورٹ لکھتے تھے اور وہی ضروری کامون کیلیئے روپیہ منگاتے تھے، اور ہر ایک کام کی خود نگرانی کرتے تھے۔ منجملہ اور کامون کے ایک مفید کام اُنھون نے یہ کیا کہ بجنور کی آبادی کے متصل شارع عام کے بیچون بیچ مدت سے ایک چوڑا چکلا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ بعض اوقات گاڑیان اُلٹ جاتی تھین۔ بیلون کو نقصان پہنچتا تھا اور برسات مین پانی بھر جاتا تھا جس سے لوگون کو تکلیف ہوتی تھی۔ سر سید نے اپنے اہتمام سے وہان ایک پل بندھوایا اور بجنور سے دارانگر تک ایک سڑک بنوادی۔

(۳)

۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۹ء تک

ایام غدر وہ واقعہ جو ہندوستان کی قومون کی قسمت کا فیصلہ کرنیوالا اور سر سیدؒ کے خیالات مین ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے والا تھا وہ سر سیدؒ کو بجنور مین دیکھنا پڑا۔ ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو دلّی مین بغاوت ہوئی اور ۱۲ رکو یہ خبر بجنور مین پہنچ گئی۔ بجنور مین

مرد عورت، چھوٹے بڑے سب ملاکر بتیس یوروپین اور انگلو انڈین تھے - اس موقع پر سر سید نے اپنا پہلا فرض یہ قرار دیا کہ جبتک دم مین دم ہے ان میں جانون کے بچانیکی کوشش کرینگے - سر سید نے نہایت دلیری اور جوانمردی سے ان لوگون کا ساتھ دیا - جو لوگ گورنمنٹ کے خیر خواہ تھے اپنی مستعدی اور سرگرمی سے اُن کے دل بڑھائے اور جن کی نیتون مین تزلزل اور تذبذب تھا اُن کو نیک صلاحین دین اور اُنکے خیالات کی اصلاح کی -

وہ رات بہت سخت تھی جب تمام یوروپین و انگلو انڈین مع اہل و عیال کلکٹر کی کوٹھی مین اپنے بد باطن محافظون مین گھرے ہوئے تھے - اُس روز سب کے مارے جانے مین کچھ شبہ نہ تھا سر سید تن تنہا اُس خود سر جماعت کے مجمع مین گئے اور نواب محمود خان سے جو اُن کا سرغنہ تھا گفتگو کی اور اپنے حسن و تدبیر سے محصورین کی جان بخشی کا پروانہ حاصل کرکے اُنھین رڑکی روانہ کردیا -

نواب محمود خان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سر سید اُس کے ساتھ مل جائین لیکن جب اُنھون نے اسکو منظور نہ کیا تو وہ ہر طرح اُن کی اور اُن کے ساتھیون کی بُرائی کے درپے ہو گیا - جس مکان مین سر سید رہتے تھے اُسکو جبر یہ چھین لیا اور اپنی فوج کے افسرون کو دیدیا - جو اسباب سر سید کا اُسمین بند تھا وہ سب فوج کے افسرون نے لیلیا - سر سید نے کمشنر میرٹھ کے حکم سے ایک مہینہ تک بجنور مین بہت اچھا انتظام رکھا لیکن چونکہ سر سید کو نواب کی طرف سے

خدشہ تھا، اسلئے تنگ آکر میرٹھ روانہ ہوئے - راستہ مین ہلدور، پلانہ، اور چاندپور مین باغیون سے مڈبھیڑ ہوئی، مگر جیسے تیسے مجوکلہ اور وہان سے بچھراؤن پہنچے - بچھراؤن مین چندروز قیام کرکے میرٹھ چلے گئے - جسوقت وہ میرٹھ پہنچے ہین اُن کے پاس چھ پیسے اور تن پر پھٹے ہوئے کرتے کے سوا کچھ اور نہ تھا - پانچ مہینے سے کچھ زیادہ میرٹھ مین رہے - وہین خبر ملی کہ دلّی مین سرکاری فوج کے سپاہیون نے اُن کا گھر اور تمام اسباب لوٹ لیا ہے اور کنبہ والے نظام الدین چلے گئے ہین - سرسیّد دلّی پہنچے - اُن کی والدہ اور خالہ دلّی ہی مین ایک لاوارث بڑھیا کے مکان پر تھین - تین دن سے اُن کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا - کچھ گھوڑے کا دانہ مل گیا تھا، اُسی کو کھاتی رہین - دو دن سے پانی بھی ختم ہوچکا تھا - پیاس کی نہایت تکلیف تھی - سرسیّد والدہ اور خالہ کو میرٹھ لیگئے اور اپنے قدیم دوست منشی الطاف حسین مرحوم (سررشتہ دار کمشنری) کے گھر اُترے - سرسیّد کی والدہ کو بھوک اور پیاس کی تکلیف سے صفرا کا بہت غلبہ ہوگیا تھا - کوئی دوا یا غذا پچتی نہ تھی - آخر کچھ دن بیمار رہ کر یکم ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ کو میرٹھ ہی مین انتقال کیا - اُن کے انتقال سے چند روز پہلے کنبے کی عورتین اور مرد اور بچے جو مختلف مقامات مین تھے سب اُن کے پاس میرٹھ مین جمع ہوگئے تھے -

۱۶ فروری ۱۸۵۸ء کو مسٹر شکسپیئر کے نام گورنمنٹ کا حکم پہنچا کہ ضلع بجنور کے عملہ کو ساتھ لیکر رڑکی جائین سرسیّد اور تمام عملہ جو وہان موجود تھا

نیز ضلع بجنور کے چند رئیس جو باغیون کے ڈر سے بھاگ آئے تھے، سب اُن کے ہمراہ گئے۔ بجنور پہنچکر سر سید نے بجنور کے مسلمانون کو باغیون کی فہرست سے نکالنے کی تدبیر کی۔ اُنھین کی کوششون سے حکام جو مسلمانون سے بہت بدظن تھے راہ راست پر آگئے۔

خدمات غدر کا صلہ سر سید نے جو خدمات غدر کے زمانہ مین کین وہ کسی خلعت یا انعام وغیرہ کی توقع پر مبنی نہ تھین۔ اپنی خدمت کا بڑا انعام وہ یہی سمجھتے تھے کہ اُن سے اس نازک وقت مین کوئی امر اخلاق اور شرافت اور اسلام کی ہدایت کے خلاف سرزد نہین ہوا۔ مگر گورنمنٹ نے خود ان کی خدمات کی قدر کی اور ان کے صلہ مین ایک خلعت قیمتی ایک ہزار روپیے کا اور دو سو روپئے ماہوار کی پولٹیکل پنشن دو نسلون تک مقرر کی۔

میر صادق علی اور میر رستم علی رئیسان چاندپور (ضلع بجنور) کا تعلقہ سرکار نے ضبط کر لیا تھا اور حسن خدمات کے صلہ مین سر سید کو دینا چاہتی تھی مگر اُنھون نے صرف اس وجہ سے لینے سے انکار کر دیا کہ "ایک مسلمان بھائی کے خون سے اپنی پیاس بجھانی اُن کو کسی طرح گوارا نہین ہو سکتی۔"

مراد آباد کی تبدیلی اپریل ۱۸۵۸ء مین سر سید صدر الصدوری کے عہدہ پر ترقی پاکر بجنور سے مراد آباد گئے۔ وہین ۱۸۵۹ء مین جب ضبط شدہ جائدادون کے متعلق عذرداریان ہونے لگین، اور اُن کی سماعت و تحقیقات

کیلئے ایک اسپشل کمیشن بیٹھا تو ہندوستانی ممبر کی حیثیت سے سرسید بھی کمیشن مین شریک تھے۔ انھون نے اپنے فرائض منصبی کے علاوہ دو برس تک اس خدمت کو بھی انجام دیا۔ سرسید کی شرکت کے باعث کمیشن نے غدر داریون کی تحقیقات نہایت اعتدال اور انصاف کیساتھ کی اور یہ امر واقع ہے کہ صوبۂ شمال مغرب مین جتنی ضبط شدہ جائدادین ضلع مرادآباد مین واگذاشت ہوئین اُتنی کسی اور ضلع مین نہین ہوئین۔

مولانا عالم علی رئیس مرادآباد روہیلکھنڈ کے ایک مشہور عالم اور طبیب اور محدث تھے۔ اُنھون نے چند یوروپین کو باغیون کے ظلم سے بچانے کیلئے اپنے مکان مین چھپا لیا تھا۔ اتفاق سے باغیون کو خبر ہو گئی اور اُنھون نے مولوی صاحب کے مکان مین گھس کر اُن سب کو قتل کر ڈالا چونکہ یہ حادثۂ عظیم اُن کے مکان مین گزرا تھا، اور ان مظلومون کے ساتھ اُن کا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہین مارا گیا تھا اسلئے مولانا عالم علی خائف تھے۔ سرکاری تسلط کے وقت وہ مرادآباد سے کہین چلے گئے تھے اور ضلع کے حکام کو اُن کی تلاش تھی حکام کا خیال تھا کہ باغیون سے اُن کی سازباز ضرور تھی مگر سرسید کو معلوم ہو گیا تھا کہ مولوی عالم علی محض بےقصور تھے اور اُنھون نے نہایت نیک نیتی سے یوروپین عورتون اور بچون کو اپنے گھر مین پناہ دی تھی۔ سرسید نے بڑی کاوش سے انھین اس الزام سے بری کرایا۔

تاریخ سرکشی بجنور | مراد آباد ہی مین آکر سرسید نے تاریخ سرکشی بجنور چھاپ کر شائع کی۔ اس کتاب مین مئی ۱۸۵۷ء سے لیکر اپریل ۱۸۵۸ء تک کے غدر کے حالات اور واقعات جو ضلع بجنور مین گزرے بقید تاریخ نہایت تفصیل کیساتھ بیان کئے ہین نہ کسی کی بلاوجہ رعایت کی ہے نہ کسی کو خواہ مخواہ متہم کیا ہے۔

مدرسہ مراد آباد ۱۸۵۹ء مین سرسید نے مراد آباد مین ایک فارسی مدرسہ قائم کیا۔ اس سے قبل وہان کوئی مدرسہ نہ تھا۔ جب اسٹریچی صاحب کلکٹر ہو کر آئے اور اُنھون نے ایک تحصیلی مدرسہ قائم کیا تو وہ فارسی مدرسہ اسی تحصیلی مدرسہ مین ختم ہو گیا۔

رائے درباب تعلیم | اُسی زمانے مین سرسید نے تعلیم کے بارے مین اپنی رائے انگریزی اور اردو مین لکھکر شائع کی۔ اس تحریر مین گورنمنٹ کے ورنیکلر اسکولون پر سخت اعتراض تھا، اور گورنمنٹ کو مشورہ دیا تھا کہ ہندوستانیون کو انگریزی زبان مین تعلیم دین۔ اُنکا خیال تھا کہ انگریزی زبان بلاشبہ ایسی ہے کہ انسان کی ہر قسم کی علمی ترقی اُسمین ہو سکتی ہے۔

رسالہ اسباب بغاوت ہندوستان | سرسید نے غدر کے تمام واقعات اپنی آنکھون سے دیکھے تھے۔ بجنور مین جو کچھ مسلمانون پر گزرا، اُن کے سامنے گزرا۔ جب مراد آباد پہنچے تو اُن کی تباہی و بربادی کا اور بھی زیادہ عبرت انگیز نقشہ اُن کی نظر سے گزرا جس سے اُن کے دل پر ایک اور چوٹ لگی۔ گورنمنٹ مسلمانون کی،

طرف سے بدظن تھی۔ سرسید کو فکر ہوئی کہ کسی طرح اُس بدگمانی کو جو انگریزون کے دل مین مسلمانون کی طرف سے پیدا ہوگئی ہے رفع کیا جائے۔ اُن کو یقین تھا کہ محض اس بدگمانی کی وجہ سے مسلمانون کو نقصان پہنچا ہے اور آئیندہ خطرات کا احتمال ہے۔

سرسید کو اس بات کا دل سے یقین تھا کہ انگریزون نے بغاوت کے سمجھنے مین غلطی کی ہے۔ انگریزون نے غدر کو ملکی بغاوت سمجھا تھا حالانکہ نہ یہ ملکی بغاوت تھی نہ کسی قسم کی سازش بلکہ صرف سپاہیون کی عدول حکمی تھی، جس کو اُن کی جہالت اور مذہبی توہمات نے رائی کا پربت بنادیا تھا۔ ان حالات مین انگریزون کا ملک کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جو صرف باغی ملک کے ساتھ کرنا چاہیے سراسر غلط تھا۔ اسی بنا پر سرسید نے مرادآباد مین آکر اسباب بغاوت ہند پر ایک رسالہ لکھا جسمین رعایائے ہندوستان اور خاص کر مسلمانون کو بغاوت کے الزام سے بری کیا ہے، اور نہایت آزادی اور دلیری سے گورنمنٹ کی غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے۔ یہ رسالہ اُنھون نے غالباً مرادآباد پہنچتے ہی لکھنا شروع کردیا تھا۔ اُنھون نے اُسکا ترجمہ بھی نہین کرایا بلکہ اُردو ہی مین پانچسو جلدین چھپوائین۔ ۱۸۵۹ء مین کتاب چھپکر آئی تو ۴۹۸ جلدین ولایت روانہ کین۔ ایک جلد گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی اور ایک جلد اپنے پاس رکھی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا مین کتاب پہنچی اور انگریزی مین ترجمہ ہوکر کونسل مین

پیش ہوئی تو بڑی چپقلش پیدا ہوئی۔ مگر بالآخر سب کو تسلیم کرنا پڑا کہ سر سید نے جو کچھ لکھا ہی محض خیر خواہی سے لکھا ہے اور باغیانہ خیالات کی ترویج اس کا مقصد ہرگز نہین ہی۔ اس رسالے کے سرکاری طور پر متعدد ترجمے ہوئے اور پارلیمنٹ کے بعض ممبرون نے بھی اسکا ترجمہ کیا پبلک مین سب سے اول بار ۱۸۷۳ء مین اسکا ترجمہ شائع ہوا۔

ملکہ معظمہ کے اعلان کا شکریہ | رسالہ اسباب بغاوت ہند کی تحریر ہنوز ختم نہ ہوئی تھی کہ ملکہ معظمہ کا اعلان معافی مشتہر ہوا۔ سر سید نے مسلمانان مراد آباد کو ملکہ معظمہ کی اس عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کرنے پر آمادہ کیا۔ شہر کے مسلمانون نے آپس مین چندہ کیا اور ۲۸ جولائی ۱۸۵۹ء کو شاہ بلاقی کی درگاہ مین جمع ہوئے۔ کم و بیش پندرہ ہزار کا مجمع تھا غریبون اور مسکینون کو عمدہ کھانا تقسیم کیا گیا عصر کے وقت سب لوگون نے شاہ بلاقی کی مسجد مین نماز پڑھی۔ مسجد کے باہر میدان تک جماعتین کھڑی ہوئی تھین۔ نماز کے بعد سر سید نے اردو زبان مین ایک مناجات پڑھی۔

رسالہ لائل محمڈنز آف انڈیا | مراد آباد ہی مین سر سید نے مسلمانون کی بھلائی کیلئے ایک اور کام کی بنیاد ڈالی۔ بغاوت پر جتنے مضامین رسالے اور کتابین انگریز لکھتے تھے اکثر مین مسلمانون کے برخلاف رائین ظاہر کی جاتی تھین سب سے بڑا اور عام الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ مسلمانون کے مذہب کی رو سے انگریزون پر

جہاد کرنا واجب تھا اور اسی لئے مسلمان سب سے زیادہ بغاوت کے مرتکب ہوئے
سر سید نے نہایت تحقیقات اور چھان بین سے اس قسم کی شہادتین بہم پہنچائین
کہ گورنمنٹ کی خیر خواہی مین جسقدر جانبازی اور جان نثاری کے کام مسلمانون
سے ظہور مین آئے اُتنے کسی اور قوم سے ظہور مین نہین آئے۔ اُنھون نے
مسلمانون کی خدمات کے واقعات اور انگریز حکام کی سندین اور تحریرین جمع کرنا
شروع کین اور انھین پارہ پارہ کرکے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس رسالے
کے صرف تین نمبر چھپ کر رہ گئے۔ سنہ ۱۸۶۰ع مین یہ رسالہ جاری ہوا اور سنہ ۱۸۶۱ع
مین بند ہو گیا۔

تحقیق لفظ نصاریٰ | سر سید مراد آباد ہی مین تھے کہ اُن کو معلوم ہوا کہ بعض اضلاع
مین مسلمانون کی بعض تحریرین ایام غدر کی ایسی پیش ہوئی ہین جسمین انگریزون کو
لفظ "نصاریٰ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حکام نے اس لفظ کو بھی بغاوت کا لفظ
سمجھا۔ سر سید نے اس غلطی کے رفع کرنے کو فوراً ایک مختصر رسالہ لفظ نصاریٰ کی
تحقیق مین لکھا اور اُسکو اردو و انگریزی مین چھپوا کر حکام اور گورنمنٹ کو اسکے
مضمون سے مطلع کیا۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہو کہ نصاریٰ کا لفظ ناصرہ سے مشتق
نہین بلکہ نصر سے مشتق ہے اور چونکہ قرآن مین اسی طرح وارد ہوا ہے لہذا
مسلمان بھی یہی سمجھتے ہین۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد پھر کسی سے اس لفظ پر
مواخذہ نہین ہوا۔

انتظام قحط ضلع مرادآباد ۱۸۶۰ء مین اضلاع شمال مغرب مین ایک عام قحط پڑا تھا۔
اُسوقت سرسید مرادآباد مین صدرالصدور تھے۔ کلکٹر ضلع (مسٹر جان اسٹریچی) نے اپنے ضلع کے قحط کا انتظام سرسید کے سپرد کردیا تھا اور اُنھون نے بھی بڑی دلسوزی اور تندہی سے اس کام کو کیا۔ ہر مذہب اور ہر قوم کے محتاجون کیساتھ اُنھون نے جس بے تعصبی و شفقت کا برتاؤ کیا وہ اُنھین کا حصہ تھا۔

تاریخ فیروزشاہی کی تصحیح مرادآباد مین سرسید نے تاریخ فیروزشاہی ضیائی برنی کی تصحیح کی۔ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کو اس تاریخ کا چھاپنا منظور تھا۔ اُس نے سرسید سے تاریخ مذکور کا ایک صحیح نسخہ نقل کیواسطے طلب کیا تھا۔ اُنھون نے چار مختلف نسخے بہم پہنچا کر اُس نسخہ کو صحیح کیا جس کو اُنھون نے بہت جستجو سے اسی غرض کیلئے خریدا تھا۔ ۱۸۶۲ء مین یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپ کر شائع کی۔ سرسید نے ایک دیباچہ بھی لکھا تھا جو سائنٹفک سوسائٹی کے اخبار کی پہلی جلد مین شائع ہوا ہے۔

تبئین الکلام ۱۸۵۷ء سے قبل جب دہلی و آگرہ وغیرہ مین مشنریون کا کاروبار زیادہ پھیلنے لگا اور جابجا مسلمانون کے ساتھ اُن کے مباحثے ہونے لگے، تو سرسید کو خیال ہوا تھا کہ اسلام کی حمایت مین مشنریون کے اعتراضات کے جواب لکھے جائین۔ بجنور مین اُنھون نے کچھ یادداشتین لکھین تھین جو غدر مین تلف ہوگئین۔ غدر کے بعد اس خیال نے دوسری صورت مین ظہور کیا۔

سب سے پہلے اُنھون نے عیسائی مذہب اور بائبل کی حقیقت اور اسکی تاریخ سے نیز جو کچھ بائبل پر موافق یا مخالف لکھا گیا ہے اُس سے واقفیت حاصل کرنا ضروری تصور کیا۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے اُنھون نے بیشمار کتابین بہم پہنچائین۔ ایک انگریزی دان کو ملازم رکھا کہ کتابون کے ضروری مقامات ترجمہ کر کے سنائے۔ احادیث و تفسیر سے سندین بہم پہنچانے کیلئے ایک عربی دان عالم کو نوکر رکھا۔ اور جب سر سید غازیپور پہنچے تو ایک یہودی سے عبرانی پڑھنا شروع کی۔ اسکے بعد اُنھون نے اپنی مشہور تفسیر شروع جو ان کی زندگی مین کسی طرح ختم نہ ہو سکی۔ اس تفسیر مین سر سید نے اسلام اور عیسائیت مین اتحاد ثابت کیا تھا۔ اور عیسائیون کے عقیدۂ تثلیث اور تکذیب خاتم النبیین کو غلط قرار دیا تھا۔

بی بی کا انتقال ١٢٧٨ھ ١٨٦١ء مین سر سید کی بی بی کا انتقال مراد آباد ہی مین ہو گیا، جنھون نے دو بیٹے اور ایک بیٹی صغیر سن چھوڑی تھی۔ سر سید کی عمر چوالیس ۴۴ برس کی تھی۔ احباب مصر تھے کہ وہ دوسری شادی کر لین مگر اولاد کی پرورش کے خیال سے دوسری شادی نہ کی اور اپنی باقیماندہ زندگی کمال پارسائی کے ساتھ گزار دی۔

تبادلہ غازیپور اور سائنٹفک سوسائٹی کا قائم ہونا ١٢ مئی ١٨٦٢ء کو سر سید کی تبدیلی مراد آباد سے غازی پور کو ہو گئی۔ سر سید کو پختہ یقین ہو چکا تھا کہ جبتک ہندوستان مین عام طور پر علم کی روشنی نہ پھیلیگی۔ اُسوقت تک ہندوستانیون کی بھلائی کی تمام تدبیرین بیکار اور فضول ہین اُنھون نے خیال کیا کہ ہندوستانیون کے دل مین انگریزی تعلیم کا

نقش جمانے کیلئے ضرور ہی کہ کچھ علمی و رتاریخی کتابیں انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کیجائین تاکہ مغربی لٹریچر اور مغربی علوم کی وقعت اُن کے دل مین پیدا ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے اُنھون نے ایک علمی سوسائٹی قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۸۶۳ء مین اُن کی مجوزہ سائنٹفک سوسائٹی غازی پور مین قائم ہوگئی۔ ڈیوک آف آرگائل، وزیر ہند نے اسکا سرپرست ہونا منظور کیا۔ اور لفٹننٹ گورنر صاحبان صوبجات شمال مغرب و پنجاب سوسائٹی کے معاون قرار پائے۔ دور دراز صوبون کے بہت سے رؤسا، اور ذی رتبہ حضرات نے ممبری قبول کی، اور غازی پور مین ترجمہ کا کام باقاعدہ طور پر شروع ہوگیا۔

غازی پور مین مدرسہ قائم کرنا — اسی سنہ مین اُنھون نے غازیپور مین ایک مدرسہ قائم کرنے کی تجویز کی۔ باشندگان غازی پور کی خود بھی یہ خواہش تھی۔ سرسید نے تحریک کی تو بہت سے مددگار پیدا ہوگئے۔ مدرسہ کی عمارت اور قیام کیلئے اسّی ہزار روپیہ کا تخمینہ ہوا تھا۔ جب چندہ کی مقدار سترہ ہزار تک پہنچ گئی تو ۱۸۶۴ء مین مدرسہ کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اور تعمیر شروع ہوگئی۔ اگر سرسید کا چند سال وہان اور قیام ہوتا تو عجب نہین کہ وہ کالج کے درجہ تک پہنچ جاتا۔ مگر اسی سال (۱۸۶۴ء) مین ان کی تبدیلی علیگڈھ کو ہوگئی۔ باایںہمہ مدرسہ کی بنیاد ایسے مستحکم اصول پر رکھی گئی تھی کہ وہ مدرسہ آجتک وکٹوریہ ہائی اسکول کے نام سے جاری ہی۔

تبادلہ علی گڈھ — ۱۸۶۴ء مین سرسید غازی پور سے تبدیل ہوکر علیگڈھ آگئے۔

سائنٹفک سوسائٹی کا پورا دفتر مع اسٹاف کے علیگڈھ منتقل ہوا۔ علیگڈھ کے جج مسٹر بریملی سوسائٹی کے صدر قرار پائے۔ اُن کی توجہ سے سوسائٹی کو بہت ترقی ہوئی، اور سوسائٹی کیلئے ایک مستقل عمارت کی تجویز ہوئی۔ تیس ہزار کی لاگت سے ایک عالیشان عمارت تعمیر ہوئی جسکے ساتھ ایک دلکشا چمن اور ایک وسیع احاطہ بھی ہے ۴ار فروری ۱۸۶۶ء کو کمشنر میرٹھ کے ہاتھ سے اس کے افتتاح کی رسم ادا ہوئی۔ سوسائٹی میں ہر مہینہ متعدد جلسے ہوتے تھے، اور مختلف مضامین پر لکچر دیئے جاتے تھے۔ تقریباً پانچسو روپیہ ماہوار کا تنخواہ دار عملہ سوسائٹی میں ملازم تھا۔ چند سال کے عرصہ میں سوسائٹی نے بہت سی مفید کتابیں انگریزی سے ترجمہ کراکے چھاپیں۔

برٹش ایسوسی ایشن ۱۰ مئی ۱۸۶۶ء کو سرسید کی تحریک سے علیگڈھ برٹش ایسوسی ایشن کے نام سے ایک اور سوسائٹی قائم ہوئی۔ اسکا یہ مقصد تھا کہ گورنمنٹ کے سامنے ملک و قوم کے مطالبات پیش کرے۔ جبتک سرسید علیگڈھ میں رہے، اس ایسوسی ایشن نے کئی مفید کام انجام دیئے اور بہت سی مفید تحریکیں اس کی طرف سے ہوئیں۔ مگر ۱۸۶۷ء میں جب سرسید کی تبدیلی بنارس کو ہوگئی تو ایسوسی ایشن کی زندگی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

علیگڈھ اور اٹاوہ میں تعلیمی کمیٹیاں قائم ہونا ۱۸۶۶ء میں سرسید کی تحریک سے زمینداران علیگڈھ نے ایک درخواست گورنمنٹ کو بھیجی کہ جب مالگذاری کے علاوہ ایک روپیہ سیکڑہ خرچ تعلیم کیلئے بھی لیا جاتا ہے تو تعلیم کے انتظام اور

نگرانی مین ہم لوگون کو بھی شریک کیا جائے۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور نواب لفٹننٹ گورنر نے امتحاناً علیگڈھ اور اٹاوہ مین تعلیمی کمیٹیون کے قیام کی تجویز منظور کی جنمین حکام ضلع اور افسران سررشتۂ تعلیم کے علاوہ ضلع کے رئیس اور زمیندار بھی شامل ہون۔ بالآخر تمام اضلاع شمال مغرب مین تعلیمی کمیٹیان قائم ہوگئین۔

انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا اجرا: ۱۸۶۶ء ہی مین سرسید نے سائنٹفک سوسائٹی کی طرف سے ایک اخبار جاری کیا جو آخر کو علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے اُنکے آخر دم تک جاری رہا۔ اس گزٹ مین سوشل، اخلاقی علمی اور پولیٹکل ہر قسم کے مضامین برابر چھپتے تھے۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ کم سے کم شمالی ہندوستان مین عام خیالات کی تبدیلی اور معلومات کی ترقی اس پرچہ کے اجرا سے شروع ہوئی ہو گورنمنٹ اور حکام اس بات کو تسلیم کیے ہوئے تھے کہ یہ اخبار تمام ہندوستان کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمانون کے خیالات کا آرگن ہو۔

بنارس کی تبدیلی: ۱۵ اگست ۱۸۶۷ء کو سرسید عدالت خفیفہ کی منصفی پر ترقی پاکر علیگڈھ سے بنارس چلے گئے۔ چلتے وقت سوسائٹی کا تمام کاروبار راجہ جے کشن داس سی ایس آئی کے سپرد کر گئے، جو اُسوقت علیگڈھ مین ڈپٹی کلکٹر تھے۔ اُنھون نے نہایت توجہ اور دلسوزی سے سوسائٹی کے کام انجام دیے خود سرسید بھی سوسائٹی کو برابر تقویت دیتے رہے اور اُن کے مفید مضامین بدستور سوسائٹی کے اخبار مین برابر چھپتے رہے۔

ورنیکلر یونیورسٹی کی تحریک | یکم اگست ۱۸۶۷ء کو جبکہ سرسید علیگڈھ ہی مین تھے، اُنھون نے ایک درخواست برٹش انڈین الیسوسی ایشن کی طرف سے گورنر جنرل کی خدمت مین بھیجی ۔ درخواست کا خلاصہ یہ تھا:۔

(۱) اعلیٰ تعلیم کا ایک ایسا سررشتہ قائم کیا جائے جسمین بڑے بڑے علوم وفنون کی تعلیم دیسی زبان مین ہوا کرے۔

(۲) دیسی زبان مین بھی اُن مضامین کا سالانہ امتحان ہوا کرے جنمین اب طلبا ر کلکتہ یونیورسٹی مین انگریزی مین امتحان دیتے ہین۔

(۳) جو سندین انگریزی خوان طلبا ر کو علم کی مختلف شاخون مین عطا ہوتی ہین وہی سندین اُن طلبا ر کو عطا کی جائین، جو اُنھین مضامین کا دیسی زبان مین امتحان دیکر کامیاب ہون۔

(۴) یا تو کلکتہ یونیورسٹی مین ایک اُردو فیکلٹی قائم کی جائے یا شمال مغربی اضلاع مین ایک جدا یونیورسٹی دیسی زبان کی قائم ہو۔

گورمنٹ نے اس تحریک کو پسند کیا، اور مجوزہ یونیورسٹی کا چرچا شمالی ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ مین بہت پھیل گیا ۔ اسی سلسلہ مین دہلی سوسائٹی نے گورمنٹ کو ایک میموریل بھیجا کہ یہ یونیورسٹی لاہور مین قائم کی جائے اور ترجمہ وتالیف کا صیغہ دہلی مین ۔ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر دونون صوبون کیلئے ایک یونیورسٹی قائم کی جائے تو اُسکا مقام دہلی ہونا چاہیئے ۔

سرسید اپنی عادت کے موافق اس یونیورسٹی کے قیام کی تدبیرون مین مصروف رہے ۔ مگر معلوم ہوتا ہی کہ گورنمنٹ کا ارادہ کلکتہ یونیورسٹی کو توڑ کر اُسکی جگہ ورنیکلر یونیورسٹی قائم کرنے کا تھا ، اور انگریزی کو صرف بطور سکنڈ لنگویج کے تعلیم مین رکھنا چاہتی تھی ۔ سرسید نے اسکی مخالفت مین تقریرین بھی کین اور مضامین بھی لکھے اور جب دیکھا کہ گورنمنٹ کا ارادہ انگریزی تعلیم کو گھٹا دینے کا ہے تو شاید اسی وجہ سے ورنیکلر یونیورسٹی کا خیال چھوڑ دیا ۔ لیکن اگر یہ امر مانع نہ ہوتا تو بھی یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہین آتی تھی ۔ دہلی سوسائٹی کے ممبر یہ چاہتے تھے کہ یونیورسٹی کا مقام دہلی ہونا چاہیئے ، اور سائینٹفک سوسائٹی اور بنارس انسٹی ٹیوٹ کی خواہش تھی کہ اسکا مقام شمال مغربی اضلاع کا کوئی شہر ہو ۔ علاوہ ازین اُردو کے مخالفون نے اخبارات مین چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی کہ مجوزہ یونیورسٹی مین ہندؤن کے لئے ہندی زبان مخصوص کی جائے ، اور اس بات کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ ہندی زبان ترجمہ کی قابلیت نہین رکھتی ، اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ اس کی ترقی مین کوشش کر کے اُسکو ترجمہ کے لائق بنایا جائے ۔

سائینٹفک سوسائٹی کی مستقل امداد کی تدبیرین

١٨٦٧ء مین دسہرہ کی چھٹیون مین علیگڈھ آئے تو اُنھون نے ضلع علیگڈھ کے اکثر زمیندارون سے بات چیت کی کہ کوئی ایسی تدبیر کرنا چاہیئے کہ سوسائٹی کی مستقل آمدنی ہو جائے ۔ بعض زمیندارون نے تجویز کی کہ اس ضلع کے تمام دیہات سے کم از کم ایک روپیہ

سالانہ ہمیشہ کیلئے سوسائٹی کے واسطے مقرر کیا جائے۔ اسی غرض سے ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۶ء کو سوسائٹی کا ایک جلسہ ہوا۔ درخواست مرتب ہوئی جسمین ۱۳۳ دیہات کی تفصیل درج تھی جو مع درخواست دہندہ زمینداروں کی فہرست کے کلکٹر ضلع کی خدمت مین بھیجی گئی تاکہ تصدیق کرکے گورنمنٹ مین رپورٹ کرین۔ کلکٹر نے اپنی رپورٹ کیساتھ وہ تمام کاغذات گورنمنٹ مین روانہ کر دیئے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو سرسید کو ایک مراسلہ موصول ہوا جسمین وائسرائے کی طرف سے رضامندی ظاہر کی گئی تھی۔ مگر اس کے سوا کچھ اور نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

ہومیوپیتھک علاج کی حمایت بنارس پہنچنے کے بعد سرسید کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہومیوپیتھک طریقہ علاج سے بہتر اور بے خطر کوئی اور طریقہ نہین لہذا اُنھون نے اس طریقۂ علاج کی حمایت کرنے اور تقویت دینے کا ارادہ کیا۔ ۱۸۶۷ء مین اُنھون نے ایک انجمن قائم کی جسکا مقصد ہومیوپیتھک طبابت کا ہندوستان مین پھیلانا اور ہندوستانیون کو اسکی طرف مائل کرنا تھا۔ انجمن مذکور کی طرف سے ۲۵ ستمبر ۱۸۶۷ء کو بنارس مین ایک ہومیوپیتھک ڈسپنسری اینڈ ہاسپٹل کھولا گیا۔ سرسید نے دسمبر ۱۸۶۷ء مین ایک طول طویل لکچر بھی اس طریقۂ علاج کی حمایت مین دیا اور ۱۸۶۸ء مین ایک رسالہ بھی ہومیوپیتھک علاج ہیضہ کے موضوع پر لکھا۔

اُردو زبان اور فارسی رسم الخط کی حمایت ۱۸۶۷ء مین بنارس کے بعض سربرآوردہ

ہندوؤن کو یہ خیال ہوا کہ جہانتک ممکن ہو تمام سرکاری عدالتون مین سے اُردو زبان اور فارسی رسم الخط کے موقوف کرانے مین کوشش کی جائے اور بجائے اس کے بھاشا زبان جاری ہو جو دیو ناگری مین لکھی جائے۔ اسی غرض سے ہندوؤن کی ایک قومی مجلس بنارس مین قائم تھی اور انھین اغراض کو مدنظر رکھکر جابجا مختلف نامون سے سبھائین قائم ہوئین اور ایک صدر مجلس الہ آباد مین قائم کی گئی غرضکہ ہندوؤن نے اردو زبان کو مٹانے کا پورا پورا تہیہ و انتظام کر لیا۔ ہندو اُردو زبان کے مخالف کیون تھے؟ فرانس کے مشہور مستشرق، گارسن دی تاسی اپنے ایک لیکچر مین لکھتے ہین کہ "ہندو اپنے تعصب کی وجہ سے ہر ایک ایسے امر کے مزاحم ہوتے ہین جو اُن کو مسلمانون کی حکومت کا زمانہ یاد دلائے"۔ لہذا ہمارے ہموطن بھائیون نے اُردو کو بھی صرف اس بنا پر مٹانا چاہا کہ اسکی ترقی کی بنیاد مسلمانون کے عہد مین پڑی تھی۔ آخر کار سرسید نے اُردو کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا اور سوسائٹی کے اخبار مین متعدد مضامین تحریر کیے۔ یہان تک کہ مرتے مرتے بھی وہ اُردو کے خیال سے غافل نہین رہے سنہ ۱۸۸۲ء مین ایجوکیشن کمیشن مین ہندوؤن کو اُردو کی مخالفت کا پھر موقع ملا، اور اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ زور و شور کیساتھ مخالفت کی کوشش کی۔ مگر سرسید نے ایک باقاعدہ طریقہ سے کمیشن پر ظاہر کر دیا کہ یہ مسئلہ ایجوکیشن کمیشن سے کچھ علاقہ نہین رکھتا بلکہ ایک بہت بڑا پولیٹیکل

مسئلہ ہو جس کے ساتھ گورنمنٹ کے مصالح ملکی وابستہ ہین۔

بہرحال ہندوؤن کی تمام کوششین رائگان ہوئین اور اگرچہ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم نے بھی اُن کی ہان مین ہان ملائی تھی لیکن سرجان اسٹریچی کی گورنمنٹ نے ہندوؤن کی تحریک صرف اس بنا پر نامنظور کر دی کہ فارسی رسم الخط اور اُردو زبان کی اشاعت ناگری اور بھاشا کی نسبت بہت زیادہ ہو۔

رسالہ احکام طعام اہل کتاب

۱۸۶۶ء مین سرسید کے پاس ایک سوال بطور استفسار آیا تھا کہ مسلمانون کو انگریزون کے ساتھ بشرطیکہ کھانے پر کوئی حرام چیز نہ ہو، کھانا پینا درست ہو کہ نہین؟ سرسید نے اسکا جواب آیات و احادیث کے حوالہ سے لکھدیا کہ جائز ہے۔ اُنھون نے یہ بھی لکھا کہ ہندوستان کے سوا تمام دنیا کے مسلمان انگریزون کیساتھ برابر کھاتے پیتے ہین۔ وہ خود بھی عرصہ سے اسپر عامل تھے۔ لیکن مسلمانون مین عام طور سے انگریزون کیساتھ کھانے پینے کا پرہیز موجود تھا۔ اس وحشت اور مغائرت کو مٹانے کے خیال سے اُنھون نے ایک مبسوط اور مفصل تحریر ۱۸۶۸ء مین بنام "رسالہ احکام طعام اہل کتاب" بنارس مین لکھکر شائع کی اور اسمین شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتوے پر زور دیا، اور اُن تمام شبہات کا بھی جواب دیا ہے جو ہندوستان کے علمائے اسلام مواکلت اہل کتاب پر کرتے تھے۔ جب یہ رسالہ چھپا تو اول اول بہت شور وغل ہوا۔ سرسید کو کرسٹان کہا گیا۔ اُن کے ساتھ کھانا کھانے سے

احتراز کیا گیا۔ اُن کے رسالے کے جواب لکھے گئے لیکن وہ سب باتین ایسی تھین جیسے آندھی کا ایک بگولا اُٹھا اور خاک اُڑا کر چلا گیا۔ پھر مطلع صاف ہو گیا۔

(۴)

سنہ ۱۸۶۹ء سے سنہ ۱۸۷۰ء تک

سر سید نے غدر سنہ ۵۷ء کے بعد جن دو باتون کو مسلمانون کی آئندہ بہبودی کیلئے ضروری سمجھا تھا، اُن کیلئے انگلستان کا سفر کرنا نہایت ضروری تھا۔ اُنکا خیال تھا کہ جب تک مسلمانون مین مغربی تعلیم کی اشاعت نہ ہوگی، اور جبتک مسلمان اور انگریزون مین موانست اور میل جول پیدا نہ ہوگا، اُسوقت تک مسلمانون کا پنپنا اور ہندوستان مین عزت سے رہنا دشوار ہے۔ اسکے علاوہ سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" کا جواب لکھنے کا انھیں حد سے زیادہ خیال تھا اور اسکے لئے بہت سی ایسی کتابون اور نوشتون کی ضرورت تھی۔ جو ہندوستان مین نایاب تھین اور صرف برٹش میوزیم یا انڈیا آفس کے کتب خانون مین مل سکتی تھین۔

مگر اُسوقت ولایت جانا آسان نہ تھا۔ مگر اتفاق سے اُسی زمانہ مین حکومت ہند نے ہندوستانیون کو تعلیم کی غرض سے ولایت بھیجنے کے لئے آمد و رفت کے خرچ کے علاوہ چھ چھ ہزار سالانہ کے کئی وظائف دینے کا اعلان کیا

اور ضلاع شمال مغرب کی حکومت نے اپنے صوبہ سے سید محمود کو انتخاب کیا۔ حالانکہ یہ روپیہ سید محمود کیلئے بھی کافی نہ تھا مگر گورنمنٹ کی اس امداد سے سرسید کے ارادہ کو بہت تقویت ہوئی۔ اُنھون نے فوراً ولایت جانے کی دل مین ٹھان لی۔ اُنھون نے اپنے کتب خانہ کو بیچا، گھر اور کوٹھی کو رہن رکھا اور سفر کی تیاری کی اور بالآخر یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو بنارس سے ولایت کو روانہ ہوئے۔ اُن کے ساتھ دونون بیٹون کے علاوہ دو اور آدمی بھی تھے۔ بنارس سے لندن تک پہنچنے کے حالات اُنھون نے بطور سفر نامہ نہایت عمدگی سے بیان کئے ہین۔ سفر نامہ اس انداز مین لکھا ہے کہ لوگون کو یورپ کے سفر کی ترغیب ہو۔ جگہ جگہ ایشیا اور یورپ کی معاشرتی اور اخلاقی حالتون کا موازنہ بھی کیا ہی۔ سفر نامہ کے کچھ اجزا جب ہندوستان مین شائع ہوئے تو مسلمانون کی طرف سی اسپر اعتراضون کی بوچھار ہونے لگی۔ اُنھون نے ناراض ہوکر سفر نامہ لکھنا موقوف کر دیا۔

لندن کے عمائد سے ملاقات | بمبئی سے ۴۲ دن مین لندن پہنچے - اور میکلن برگ اسکوائر مین ایک مکان کرایہ پر لیکر ٹھہرے۔ اپنے تمام دوستون اور آشناؤن سے ملے۔ لارڈ لارنس سب سے زیادہ مہربانی مروت اور خلق سے پیش آئے۔ اُنھون نے سرسید کو لندن کے اکثر امراو مشاہیر سے ملایا۔ ڈیوک آف آرگائل، وزیر ہند بھی سرسید سے بڑے اخلاق اور تپاک

کیساتھ ملتے رہے۔

سول انجینیرون کے جلسے مین شرکت

سر سید نے پورے سترہ مہینے لندن مین قیام کیا اور شب و روز اُن کامون مین مصروف رہے جن کیلئے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ باینہمہ اُن کو اکثر خاص خاص تقریبون مین بُلایا جاتا تھا، اور اُن کی عزت افزائی کی جاتی تھی۔ ان مین سمٹوئین سوسائٹی آف سول انجینیرس کا عظیم الشان جلسہ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہی جو ۱۳ر جولائی ۱۸۶۹ء کو ہوا تھا۔ جلسے کے بعد ڈنر تھا۔ اُسمین بھی آپ شریک ہوئے۔ ڈنر مین متعدد ڈیوک، بہت سے لارڈ، اور بڑے بڑے انجینیر شریک تھے۔ اس ڈنر کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہی کہ تیس قسم کے کھانے صرف دریائی پیداوار اور دریائی جانورون سے تیار ہوئے تھے خشکی کی پیداوار سے کوئی چیز میز پر نہ تھی۔ ڈنر کے بعد تقریرین ہوئین اور سر سید نے بھی نہایت شاندار تقریر کی جسپر بہت زور سے چیرز دی گئین۔

خطاب اور تمغہ

۶ر اگست ۱۸۶۹ء کو انڈیا آفس مین ڈیوک آف آرگائل کے ہاتھ سے سر سید کو سی ایس۔ آئی کا خطاب اور تمغہ ملا۔ اُسی دن ڈیوک موصوف نے سر سید کو کھانے پر مدعو کیا۔ دعوت مین بہت سے معزز لوگ اور پارلیمنٹ کے ممبر شریک تھے۔ ڈیوک کے بائین ہاتھ سر سید کی نشست تھی۔

ملکہ معظمہ کے لیوی وغیرہ مین بلایا جانا

۶ر نومبر ۱۸۶۹ء کو ملکہ معظمہ کے ہاتھ سے بلیک فرائرز برج ہابورن وایڈکٹ کا افتتاح ہونیوالا تھا۔ جلسہ کی انتظامی کمیٹی

نے سر سید کو بھی خاص طور پر مدعو کیا تھا۔ سر سیّد کے قول کے مطابق یہ جلسہ نہایت شان و شوکت کا تھا۔

پھر ۱۱ مارچ سنہ ء کو اُنھین ملکہ معظمہ کی لیوی مین بلایا گیا۔ اُنھون نے بھی حسب قاعدہ ملکہ معظمہ سے ہاتھ ملایا اور بایان گھٹنا ٹیک کر ممدوحہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

اسکے بعد سر سید کو پرنس آف ویلز کی لیوی مین شریک کیا گیا۔ یہ لیوی صرف فوجی افسرون کیلئے تھی مگر چونکہ سر سیّد ولایت سے جلد واپس آنے والے تھے، اسلئے اُن کو لیوی مین شریک ہونے کی خاص اجازت مل گئی تھی۔

اتھینیم کلب کی ممبری

سر سیّد لندن کی علمی مجلسون مین بھی شریک ہوتے رہے۔ وہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے فیلو تھے۔ لندن گئے تو اُس کے کئی جلسون مین شریک ہوئے لیکن سب سے بڑا امتیاز جو اُن کو لندن مین ایک علمی حیثیت سے ملا وہ ایتھنیم کلب کی آنریری ممبری تھی۔ یہ کلب لندن مین سب سے زیادہ نامی اور معزز ہے سیکڑون آدمی ممبری کے اُمیدوار رہتے ہین اور دس دس بارہ بارہ برس اُمیدواری مین گزار دیتے ہین۔ سنہ ء مین تین ہزار سے زیادہ اُمیدوارون کا نام درج رجسٹر تھا۔

کیمبرج یونیورسٹی مین جانا

سر سید کے سفر ولایت کا ایک بڑا مقصد انگلستان کے طریقہ تعلیم کو دیکھنا اور اُسپر غور کرنا تھا۔ چنانچہ اُنھون نے اِسی غرض سے

کیمبرج یونیورسٹی کو خود جا کر دیکھا۔ پھر ملک کی عام تعلیمی حالت کا اندازہ کیا تعلیم نسوان کو غور کی نگاہ سے دیکھا۔

انگلستان کی تعلیم و ترقی پر غور | انگلستان کے طریقۂ تعلیم پر غور کرنے کے بعد سر سید نے لندن ہی مین ایک پمفلٹ انگریزی مین شائع کیا جسمین ہندوستان کے طریقۂ تعلیم کے نقصانات تفصیل کے ساتھ ظاہر کئے تھے۔ تعلیم کے سوا اُنھون نے یورپ کی عام شائستگی اور طرز تمدن اور حسن معاشرت اور رسم کی ترقیات کے اسباب ملاحظہ کئے اور اپنی معلومات کو وسعت دی۔ یورپ کے طریق معاشرت کو دیکھا۔ وہان کے اُمراء کے محل اور مکانات اور طرز ماندوبود پر نظر کی۔ عجائب خانون اور کتب خانون مین علوم اور تحقیقات کے ذخیرے ملاحظہ کئے۔ انجنیری کے عجائبات، جہازون کی تیاری، توپون کا ڈھلنا، سمندری تار کا بنانا۔ انجنیرون اور عالمون کی سوسائٹیان۔ عام کاریگر اور اہل حرفہ کے کام۔ اور اہل انگلستان کے علمی ذوق شوق اور علمی ترقیات کو دیکھا۔ سفرنامہ لکھنا اگرچہ سر سید نے موقوف کر دیا تھا، تاہم اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہین ہوئے اور جب کبھی موقع ملا کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان مین ڈالدی۔

۱۵ اکتوبر ۶۹ء کو اُنھون نے ایک تحریر سوسائٹی کے اخبار کو بھیجی، جسمین یورپ کی ترقی اور اپنے ملک کے ادبار اور تنزل کی مثالین پیش کر کے اہل وطن کو

غیرت دلائی تھی۔ اس تحریر سے لوگ برافروختہ ہوئے تو اُنھوں نے ۲۲ مارچ ۱۸۷۰ء کو دوسری تحریر بعنوان "عذر از طرف گنہگار سید احمد" ہندوستان بھیجی۔ پھر ایک اور تحریر بعنوان "عرضداشت سید احمد بخدمت اہل وطن" اخبار مین چھپنے کیلئے روانہ کی۔ بہر حال ان تمام تحریرون سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُس زمانے مین سر سید کو اہل وطن کی بھلائی کا کس قدر خیال تھا۔

خطبات احمدیہ کی تکمیل و اشاعت سر سید کے سفر ولایت کا دوسرا اہم مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی کتاب لکھکر اور انگریزی مین اُسکا ترجمہ کرا کے شائع کرین جس سے عیسائی قومون پر اسلام کی اصلیت ظاہر ہو اور جو غلطیان اکثر عیسائی مصنفون نے اور خاص کر سر ولیم میور نے اپنی کتاب "لائف آف محمد" مین اسلام کی حقیقت اور بانیٔ اسلام کا کیرکٹر ظاہر کرنے مین دانستہ یا نادانستہ کی ہین، اُن کو رفع کیا جائے۔ یہ کتاب سر سیّد نے بڑے جوش اور اُمنگ سے لکھی۔ لیکن ولایت مین کتاب کی لاگت بڑھ جانے کے خوف سے صرف اپنی اُردو یادداشتون کا خلاصہ انگریزی مین ترجمہ کرا کے چھپوایا تھا مگر ہندوستان پہنچنے کے بعد اُنھون نے اسکو اُردو مین بھی اپنی پوری یادداشتون سے از سر نو مرتب کر کے چھپوایا جسمین ہر ایک مضمون بہ نسبت انگریزی کے زیادہ وسعت کیساتھ بیان ہوا ہے۔

"خطبات احمدیہ" کی تصنیف و تالیف کے علاوہ سر سیّد نے ولایت مین

اسلام کی اور بھی بعض خدمتین انجام دی ہین۔ ہندوستان کے مسلمانون کو اُنھون نے اپنی قیمتی اطلاعات سے بہت نفع پہنچایا۔ شمالی ہندوستان مین سید محمود غالباً پہلے شخص ہین جو ولایت سے بیرسٹری کا ڈپلومہ لیکر آئے۔ اُن کی ریس سے ملک کے ہندو مسلمانون کو اپنی اولاد کو ولایت بھیجنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ سید امیر علی نے صرف ولایت کا سفر کرنے ہی مین سر سید کی تقلید نہین کی بلکہ اسلام کی خدمت کرنے مین اور اُسکی خوبیان یورپ مین قومون پر ظاہر کرنے مین بھی اُنھون نے سر سید کا پورا پورا اتباع کیا ہے۔ اُن کی دو باوقعت کتابین یعنی "لائف آف محمد" اور "اسپرٹ آف اسلام" اس دعوے کی شاہد ہین۔

نواب محسن الملک ایک خط مین حاجی اسمٰعیل خان کو لکھتے ہین:-

سید احمد خان ولایت گئے، مگر اس مطلب سے کہ اپنی آنکھ سے اُس قوم کو جو اسوقت تمام اقوام روئے زمین پر شرف رکھتی ہی، اُنھین کے گھرون مین اور اُنھین کے ملک مین دیکھین اور جو کچھ وہان دیکھا ہے واپس آکر اپنی قوم مین پھیلائین۔ لوگ ولایت مین جا کر تماشا گاہ تھیئٹر، پارک، میوزیم اور عمارات کی سیر کرتے ہین۔ اور یہ حامیٔ دین اسلام کتب خانہ مین بیٹھا ہوا "خطبات احمدیہ" کی تصنیف مین منہمک تھا اور کالجون اور یونیورسٹیون کے انتظام پر غور کر رہا تھا۔ اس شخص کا ولایت جانا قوم کے واسطے تھا، رہنما قوم

کے واسطے اور واپس آنا قوم کے واسطے۔"

الغرض سر سید ایک سال اور پانچ ماہ لندن مین قیام کرنے کے بعد ۴ ستمبر ۱۸۷۰ء کو مع سید حامد مرحوم لندن سے ہندوستان روانہ ہوئے، اور ۲ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو بمبئی پہنچے اور اسی مہینہ مین بنارس پہنچکر اپنے عہدہ کا چارج لے لیا۔

(۵)

۱۸۷۰ء سے ۱۸۸۰ء تک

ولایت سے ہندوستان واپس آنا ہندوستان پہنچتے ہی سر سید نے اُس بڑے کام کی بنیاد ڈالنی شروع کی جس کیلئے درحقیقت ولایت کا سفر اختیار کیا تھا مسلمانون کی تعلیم کا منصوبہ جو اُنھون نے ولایت جانے سے بہت پہلے باندھا تھا، اُس کے پورا کرنے مین دو سخت مزاحمتین نظر آتی تھین۔ اول مسلمانون کے مذہبی اوہام، انگریزی تعلیم سے اُن کی نفرت اور تعلیم کے صحیح مفہوم سے ناواقفیت۔ اس مزاحمت کو دور کرنے کیلئے اُنھون نے ولایت پہنچتے ہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔ اُنھون نے طرح طرح سے مسلمانون کو غیرت دلائی تھی اور جابجا اُن کے تنزل پر افسوس ظاہر کیا تھا اور انگریزی تعلیم کی ضرورت بیان کی تھی۔ لیکن ان تحریرون کا مسلمانون پر کچھ اثر نہ ہوا۔ دوسری مزاحمت جو اُن کے راستہ مین

حائل تھی، اُس سے کہین زیادہ زبردست تھی، سرسید کا ارادہ تھا کہ ہندوستان بھیج کر ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرین۔ وہ ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیون کے نظام تعلیم سے غیر مطمئن تھے۔ موجودہ طریق تعلیم سے ہندوستانیون مین حقیقی لیاقت پیدا ہونے کی اُن کو ہرگز اُمید نہ تھی۔ اسلئے ضروری تھا کہ گورنمنٹ کے طریقہ تعلیم کو مسلمانون کیلئے ناکافی اور غیر مفید قرار دیا جائے۔ اسی غرض سے اُنھون نے ولایت مین ایک پمفلٹ انگریزی زبان مین شائع کیا تھا۔ مگر چونکہ وہ اُن کی ذاتی رائے تھی اسلئے اس سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے کی اُمید نہ تھی۔ سرسید نے ان دونون رکاوٹون کو دور کرنے کیلئے دو بڑے بڑے کام ایک ساتھ شروع کئے۔

تہذیب الاخلاق | سرسید نے مسلمانون کی مذہبی اصلاح کیلئے دسمبر ۱۸۷۰ء مین تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ دو ہی تین نمبر نکلنے پائے تھے کہ چارون طرف سے مخالفت شروع ہوگئی، اور ساتھ ہی اُس مدرسے سے بھی سوئے ظن پیدا ہونے لگا جسکو سرسید قائم کرنا چاہتے تھے۔ "تہذیب اخلاق" کے توڑ پر کئی اخبار جاری کئے گئے۔ سرسید کی تکفیر کے فتوے جابجا لکھے جانے لگے حتیٰ کہ اُن کے ساتھ اُن کے دوست اور اعوان و انصار بھی نیچری بلکہ کرسٹان کہلانے لگے۔ باینہمہ رفتہ رفتہ ایک معتدبہ گروہ مسلمانون مین ایسا بھی پیدا ہوگیا جو "تہذیب الاخلاق" کا دلدادہ تھا۔ اسکی مقبولیت کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ اُس کے

مضامین کا جزو اعظم سر سید کی دلنشین تحریرین اور سید مہدی علی خان کے دلکش مضامین تھے۔ سر سید کی تحریر کی نسبت یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اُس کے دیکھنے کے بعد آدمی اپنے عقیدے پر قائم نہین رہ سکتا۔ سید مہدی علی خان کی تحریرون پر بھی لوگ سر دُھنتے تھے۔ اس کے سوا اُسمین ہر ایک بات نرمی اور سنجیدگی سے بیان کیجاتی تھی۔ ظرافت بھی ہوتی تھی۔ یہ پرچہ چھ برس تک جاری رہا۔ اس عرصہ مین اُسمین ۲۲۶ مضامین شایع ہوئے۔ جنمین چھوٹے بڑے ۱۱۲ مضامین صرف سر سید نے لکھے اور باقی اور لوگون نے "تہذیب الاخلاق" اپنا کام کر چکا تھا، اور مسلمانون مین جسقدر اُبال آنیکی قابلیت تھی اُس قدر اُن مین اُبال پیدا کر چکا تھا۔ اسلئے یکم رمضان ۱۲۹۳ھ کے پرچہ پر اسکا خاتمہ ہو گیا۔

جن لوگون کو تہذیب الاخلاق کا چسکا لگ گیا تھا، اُن کو اُسکا بند ہونا شاق گزرا۔ اُن کی طرف سے اُس کے دوبارہ اجرا کی تحریکین برابر ہوتی رہین آخر جمادی الاولی ۱۲۹۶ھ مین دوسری بار جاری ہوا اور دو برس پانچ مہینہ جاری رہ کر بند ہو گیا۔ شوال ۱۳۱۱ھ مین نواب محسن الملک کے اصرار سے سر سید نے اسکو پھر جاری کیا۔ مگر اس دفعہ تمام دارومدار سر سید کی ذات پر رہا۔ اور لوگون نے بہت کم مدد دی۔ تین برس تک جاری رہ کر پھر بند ہو گیا۔

کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان | تہذیب الاخلاق کے ساتھ دوسرا کام سر سید نے یہ کیا کہ مسلمانون کی ترقی تعلیم پر غور کرنے کیلئے بنارس ہی مین ایک دوسری

کمیٹی قائم کی۔ اُنھون نے "تدابیر ترقی تعلیم مسلمانان" کی نسبت ایک اشتہار اُردو اور انگریزی مین چھپوا کر لندن سے مولوی سید مہدی علی خان کے پاس بھیجا تھا کہ اسکی اشاعت کر دین۔ لیکن انھون نے تمام اشتہار ایک صندوق مین ڈالدیئے اور اشاعت کو محض بیسود خیال کیا۔ سر سید ولایت سے آئے تو خود اُس کام کو شروع کیا۔ چندہ ہونے لگا۔ سب سے پہلے خود سر سید نے اپنی طرف سے ایک رقم پیش کی اور پھر باتفاق مولوی مہدی علی خان چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ اشتہار مذکور دسمبر ۱۸۷۰ء مین جاری ہوا تھا۔ اُسی مہینہ مین ایک ہزار ایک سو دو روپیہ جمع ہو گیا اور اسکے بعد رفتہ رفتہ جمع ہوتا رہا۔ الغرض ۲۶ دسمبر ۱۸۷۰ء کو بنارس مین "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان" قائم ہو گئی اور سر سید اُسکے سکریٹری قرار پائے۔

اشتہار مذکور مین یہ تجویز پیش کیگئی تھی کہ ایک انعامی اشتہار جاری کیا جائے اور مسلمانون کو اس مسئلہ پر مضامین لکھنے کی ترغیب دیجائے اور اس کام کے لئے مسلمانون اور انگریزون سے چندہ جمع کیا جائے۔ کمیٹی نے اس بات کو منظور کیا اور ایک اشتہار انعامی جسمین تین انعام پانچسو، تین سو اور ڈیڑھ سو روپئے کے مقرر ہوئے تھے جاری کیا گیا اور میعاد معین تک ۳۲ مختلف مضامین سکریٹری کو موصول ہوئے۔ سر سید نے ان مضامین سے ایک عمدہ رپورٹ اُردو اور انگریزی مین تیار کی جسمین تمام مضامین کا خلاصہ کر کے مفصلۂ ذیل

نتائج استخراج کئے :-

(۱) ہندوستان کے سمجھدار مسلمان اُن تعصبات کو جو بُرا اپنے خیال کے مسلمان انگریزی تعلیم کی نسبست رکھتے ہین لغو اور مسلمانون کے حق مین مضر جانتے ہین۔

(۲) مسلمانون کی تعداد سرکاری مدارس مین بمقابلہ ہندو طالب علموں کے جتنی ہونی چاہیئے اُس سے بہت کم ہے۔

(۳) جن خیالات سے مسلمان سرکاری مدارس مین اپنی اولاد کو نہین بھیجتے، اُن مین سے کچھ ناواجب اور اکثر واجبی ہین اور سرکاری طریقۂ تعلیم مسلمانون کی ضرورتون کیلئے کافی نہین ہے۔

(۴) اگر گورنمنٹ مسلمانون کیلئے اپنے طریقۂ تعلیم مین کچھ تبدیلی بھی کرے تو بھی اُن کی تمام ضرورتین رفع نہین ہو سکتین۔

(۵) مسلمانون کو اپنے علوم قدیمہ کے محفوظ رکھنے، علوم جدیدہ سے مستفید ہونے اور اپنی تمام ضرورتون کے موافق اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کرنے کیلئے اسکے سوا کچھ چارہ نہین کہ اپنی تعلیم کی فکر آپ کرین۔

اسی رپورٹ مین مجوزہ کالج کی اسکیم اور طریقۂ تعلیم بھی مندرج تھا۔

اس رپورٹ کا وہی نتیجہ ہوا جو ہونا چاہیئے تھا، گورنمنٹ شمال مغرب نے وعدہ کیا کہ اگر مجوزہ کالج قائم ہو گیا تو حسب قاعدہ اُسکو سرکاری امداد دیجائیگی۔ مدراس، بنگال اور بمبئی کی لوکل گورنمنٹون نے بھی کروٹ لی۔ اسکے بعد اطلاع ملی

کہ گورنر جنرل نے بھی انیگلو اورنٹیل کالج کی اسکیم منظور کرلی ہے (۹ اگست ۷۲ء)۔

کمیٹی خزینۃ البضاعۃ

ایک اور کمیٹی اس غرض سے قائم کی گئی کہ قیام مدرسۂ مجوزہ کیلئے چندہ وصول کرتی رہے۔ کمیٹی کا نام "کمیٹی خزینۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ المسلمین" رکھا گیا اور سر سید اسکے لائف سکریٹری قرار پائے۔ کمیٹی مذکور کی رجسٹری حسب ضابطہ عمل مین آئی۔ گورنر جنرل (لارڈ نارتھ بروک)، نے چند وظائف کیلئے دس ہزار روپے اپنی جیب خاص سے دینے کا وعدہ کیا۔ سر ولیم میور لفٹننٹ گورنر ضلاع شمال مغرب نیز مسٹر اسپنسکی جج ہائی کورٹ الہ آباد نے مدرسہ کیلئے ایک معقول رقم دینے کا وعدہ کیا۔

فروری ۱۸۷۳ء مین سید محمود نے مجوزہ کالج کیلئے ایک اسکیم مرتب کی۔ موجودہ ممبرون نے اُسکو پسند کیا تو چھاپ کر تمام ممبرون کو بھیجی گئی، اور مقامی گورنمنٹون اور گورنمنٹ ہند کو بھی اسکی نقلین ارسال کی گیئن تاکہ اگر گورنمنٹ کو وہ اسکیم پسند ہو تو حسب وعدہ امداد کرے۔ علمائے وقت کی خدمت مین بھی ایک استفتا مع اُس اسکیم کے بھیجا گیا کہ جس مدرسہ مین اس اسکیم کے مطابق تعلیم دیجائیگی اُسمین چندہ دینا جائز ہے کہ نہین۔ اسکے خلاف کانپور سے مولوی امداد العلی (ڈپٹی کلکٹر) نے دوسرا استفتا شائع کیا جسمین لکھا تھا کہ جو لوگ مدرسۃ العلوم قائم کرنا چاہتے ہین وہ درحقیقت مسلمان نہین ہین۔ اس کے بعد دھڑا دھڑ مخالفت شروع ہوگئی اور بڑی عجیب و غریب باتین سر سید اور اُن کے معاونون کے بارے مین مشہور کی جانے

لیکن سرسید نے ایک نہایت مفصل و مدلل مضمون کے ذریعہ اس شور و شر کا مقابلہ کیا اور فراہمی چندہ کیلئے زیادہ سرگرمی سے کام لینے لگے۔ چندہ فراہم کرنے کیلئے جا بجا سب کمیٹیان قائم کین اور پٹنہ، گورکھپور، لاہور وغیرہ کا خود سفر کیا اور ہر مقام پر زبردست تقریرین کین اور لیکچر دیئے۔ سرسید کے ہر ایک سفر مین معتدبہ کامیابی ہوئی، اور تمام سب کمیٹیون نے بھی توقع سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ سرسید نے کوشش کی تھی کہ فراہمی چندہ کیلئے انگلستان مین بھی ایک کمیٹی قائم ہو جائے مگر اسمین کامیابی نہ ہوئی۔

ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو

۱۸۷۱ء مین ڈاکٹر ہنٹر نے ایک کتاب مسلمانون کے مذہبی خیالات پر لکھ کر شائع کی جسمین اُنھون نے گورنمنٹ کو ہندوستان کے مسلمانون سے بدگمان اور غیر مطمئن کرنا چاہا تھا۔ اُن کی رائے مین مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو گورنمنٹ سے لڑنا اور جہاد کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتی ہے۔ جسوقت یہ کتاب شائع ہوئی اُسوقت سرسید کو تہذیب الاخلاق اور مدرستہ العلوم کے کامون سے اگرچہ مطلق فرصت نہ تھی، تاہم اُنھون نے کتاب مذکور پر ایک مفصل اور مبسوط ریویو بہت جلد لکھکر پایونیر کے متعدد پرچون مین شائع کرایا اور اُس کا ترجمہ مع اصل سوسائٹی اخبار کی ۱۴ اشاعتون مین برابر چھپتا رہا۔ ان مضامین کو حافظ احمد حسن نے بطور پمفلٹ لندن مین بھی شائع کیا۔ اس ریویو کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ اس واقعہ کے بعد ڈاکٹر مسٹر ہنٹر نے سرسید اور مسلمانون کیساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا۔

اُنھون نے مدرستہ العلوم کے پختہ بورڈنگ ہاؤس مین ایک کمرہ بنانے کا خرچ اپنی جیب خاص سے دیا، اور سنہ ۱۸۸۲ع مین جب ایجوکیشن کمیشن کے صدر کی حیثیت سے علیگڈھ تشریف لائے تو اپنی تقریر مین نہایت بشاشت اور کشادہ دلی کیساتھ سرسید کی کوششون کی بے انتہا تعریف کی اور کالج کے سرسبز ہونے کی تمنا ظاہر فرمائی۔

علیگڈھ مین ابتدائی مدرسہ قائم کرنا

جولائی سنہ ۷۲ع مین سرسید نے کمیٹی خواستگار تعلیم کی طرف سے ایک اشتہار جاری کرکے مسلمانون سے دریافت کیا تھا کہ مدرستہ العلوم کس شہر مین قائم کیا جائے؟ لوگون نے سب سے زیادہ رائین علیگڈھ کے حق مین دین۔ اُن کو معلوم تھا کہ سرسید ارادہ کر چکے ہین کہ پنشن لینے کے بعد علیگڈھ مین بود و باش اختیار کرینگے۔ لہذا فروری سنہ ۷۳ع مین سید محمود نے کمیٹی مین تحریک کی کہ مقام مجوزہ مین بہت جلد ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ علیگڈھ کی سب کمیٹی نے بھی اس رائے کی تائید کی اور بالآخر ۲۴ مئی سنہ ۷۵ع جو ملکہ معظمہ کی سالگرہ کا دن تھا مدرسہ کی افتتاح قرار پائی۔ سرسید بھی بنارس سے علیگڈھ آگئے۔ یکم جون سنہ ۷۵ع سے جماعت بندی ہوکر تعلیم شروع ہوگئی۔ مدرسہ ماتحت کے افتتاح سے قبل کالج کیلئے ۷۴ ایکڑ زمین گورنمنٹ سے معمولی شرائط کے ساتھ مل چکی تھی۔ ۱۲ نومبر سنہ ۷۵ع کو سر ولیم میور جو وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے مدرسہ کے ملاحظہ کیلئے تشریف لائے۔ اُنھون نے

اپنی تقریر مین سرسید کو مبارکباد دی۔ مدرسہ کو جاری ہوئے ایک سال گزر چکا تو سرسید کی پنشن کی منظوری بھی آگئی اور وہ جولائی ۷۶ء مین ملازمت سے کنارہ کش ہو کر علیگڈھ چلے آئے۔

سنگ بنیاد کا جلسہ | سرسید علیگڈھ مین آکر ہمہ تن کالج کے کام مین مصروف ہو گئے۔ ہر کام مین ترقی ہونے لگی اور علیگڈھ صرف دارالعلوم ہی نہین بلکہ رفتہ رفتہ قومی ہمدردی، قومی اتحاد، قومی مصالح، اور قومی مقاصد کی تحریک کا صدر مقام اور مرکز بننے لگا۔ ۸ جنوری ۷۷ء کی سہ پہر کو لارڈ لٹن (وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند) نے بنیاد کا پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ اس تقریب سے قبل سید محمود نے ایڈرس (سپاسنامہ) اور وائسرائے نے اسکا جواب نہایت شیرین زبانی اور اپنی مشہور فصاحت کیساتھ دیا۔

جو اسکیم سید محمود نے ۱۰ فروری ۷۳ء کو پیش کی تھی اُس مین تصریح کی تھی کہ ہماری غرض صرف مدرسہ یا کالج ہی قائم کرنا نہین ہے، بلکہ ہم ایک یونیورسٹی قائم کرنا چاہتے ہین۔ لیکن مقامی گورنمنٹ نے جواب دیا کہ اس صورت مین سرکاری مدد نہین دی جا سکتی۔ لہذا سرسید نے یونیورسٹی قائم کرنے کا خیال بالکل چھوڑ دیا، اور اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دے لی کہ

نہ تاب پرواز گر آسمان تک — وہان تک اُڑین ہو رسائی جہان تک

فراہمی چندہ کی تدبیرین | مدرستہ العلوم کے متعلق سب سے زیادہ مشکل کام چندہ

وصول کرنا تھا لیکن سر سید نے مدرسہ کے کام کو جس لیاقت اور باقاعدگی کیساتھ شروع کیا تھا اُس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سمجھدار اور روشن خیال مسلمان اُس کی طرف گرویدہ ہو گئے۔ پھر، لوگون کو اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ جس کام کے لیئے روپیہ دیا جاتا ہے وہ اُسی کام مین صرف ہو گا۔ جن لوگون نے عمارت کی لاگت کے برابر روپیہ دیا اُن کے نام عمارتین، کمرے، اور ہال معنون کر دیئے۔ جن لوگون نے بڑی بڑی رقمین دین اُنکے نام سنگ مرمر کی تختیون پر کندہ کرا کر نصب کرا دیئے۔ لاٹری کے ذریعہ بھی روپیہ فراہم کیا۔ حقیر سے حقیر رقم بھی سر سید قبول کر لیتے تھے۔ جو لوگ اُنھین دعوتون مین مدعو کرتے تھے اُن سے دعوت کی رقم لیکر کالج فنڈ مین داخل کر دیتے تھے۔ اپنی اور اپنے دوستون کی کتابین فروخت کین۔ اپنی تصویر کی کاپیان بیچین اور جو کچھ ملا کالج مین دے دیا۔ نمائش علیگڈھ مین کتابون کی دوکان لگائی اور کتابین بیچنے کیلئے دوکان پر خود بیٹھے۔ قومی رضا کار بن کر گلے مین جھولی ڈالی، پینی ریڈنگ کا جلسہ کیا اور اسٹیج پر کھڑے ہو کر غزلین گائین۔ غرضکہ سر سید نے مدرسہ کی خاطر ہر ایک بات کو اپنے نفس پر غالب کر لیا تھا۔

اُنھون نے بعض رئیسون اور جاگیردارون سے مستقل ماہانہ امداد بھی حاصل کی۔ نیز نظام حیدر آباد (دکن) سے بھی ماہانہ امداد مقرر ہوئی جو تین سو، پانچسو، اور ایک ہزار ماہوار سے ۱۸۹۰ء مین دفعتاً دو ہزار ماہوار ہمیشہ

کیلئے مقرر ہو گئی۔ سر سید کو اجنبیوں اور انگریزوں سے بھی چندہ مانگنے
مین عار نہ تھی۔

کالج کی عمارتین | سر سید نے باوجودیکہ کالج کمیٹی کے بیشتر سرگرم ممبر عمارات
مین زیادہ روپیہ صرف کرنے کے روادار نہ تھے، کالج کی ترقی بلکہ اُسکا
قیام و دوام اسی پر منحصر سمجھا تھا کہ جہانتک ممکن ہو اعلیٰ درجہ کے پیمانے پر
عمارتین بنائی جائین۔ اُنکا یہ خیال بالکل صحیح تھا کہ عمارات کی شان و شوکت
ایک ایسی چیز ہے جسکا اثر فوراً خاص و عام کے دل پر پڑتا ہی چنانچہ باوجود
سخت مخالفتون کے کالج کی عظمت کا خیال سرعت کیساتھ ملک مین پھیل گیا۔
۱۸۸۲ء مین مسٹر وارڈ نے کہا تھا کہ "کوئی شخص ایسا نہین ہی جسکے دل مین
ان مکانات کو دیکھکر آئندہ کی نسبت نئی ہمت پیدا نہ ہوا" ریورنڈ ٹکینن
بارنٹ نے لندن مین کسی سے کہا تھا کہ "مین نے کیمبرج یا آکسفورڈ کے کالجون
کے نمونے کا کالج سوائے محمڈن کالج کے کہین نہین دیکھا"۔

سر سید کو کالج کی زیادہ شاندار عمارتین بنانے کا خیال اس نظر سے بھی
ضرور تھا کہ آئندہ نسلون کو اپنی قومی درسگاہ کا عظم و شان دیکھکر اُس کے
قائم رکھنے کا خیال زیادہ ہو۔ سر سید نے ان عمارتون مین آئندہ نسلون کے فخر و مباہات
کیلئے ایک مؤثر طریقہ یہ اختیار کیا کہ تمام سنگین و پختہ عمارتون پر اُن کے بانیون
کے اور کالج کے محسنون، مربیون اور مددگارون کے نام بڑے اہتمام سے

کندہ کرائے۔ قومی خصوصیات کو زندہ رکھنے کیلئے صدر دروازہ کی پیشانی پر کھجور کا درخت اور ہلال و تاج کا نشان منبت کرایا گیا۔

سر سید نے اپنی یادگار کے لئے کسی عمارت پر نہ اپنا نام لکھانا پسند کیا نہ کسی اور قسم کی یادگار قائم کرنے کی اجازت دی۔ سنہ ۱۸۸۱ء مین آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان نے سر سید کی یادگار مین ایک عمارت بنانے کی تجویز کی تو اُنھون نے سخت مخالفت کی۔ آخر یہ طے ہوا کہ کالج کے دروازہ کے پیش طاق پر چند عربی اشعار کندہ کرائے جائین۔ ان اشعار مین کسی خاص شخص کے نام کی تصریح نہین ہے۔ اندر کی جانب حاجی محمد اسمٰعیل خان اور مولوی سمیع اللہ خان کا نام بھی شامل ہے۔

تعلیم | ابتداءً کالج مین دو صیغے قائم کئے گئے تھے۔ ایک صیغۂ انگریزی جسمین یونیورسٹی کا کورس پڑھایا جانا تجویز ہوا تھا۔ دوسرا صیغہ علوم مشرقیہ جس کا نصاب مقرر کرنا کمیٹی کے اختیار مین تھا۔ اُردو مین علوم جدیدہ اور فارسی و عربی مین ادب و علوم قدیمہ پڑھائے جانے قرار پائے تھے۔ کچھ عرصے تک دونون صیغے جاری رہے۔ مگر صیغہ علوم مشرقیہ کا صیغہ روز بروز تنزل کرتا جاتا تھا۔ مجبوراً اُسکو توڑ دیا گیا، اور صیغۂ انگریزی ترقی کرنے لگا۔

کالج کی جماعتین جاری ہونا | ۲۴ مئی سنہ ۷۵ء کو ابتدائی مدرسہ کھولا گیا تھا۔

اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء مین کالج کلاس قائم ہو گئی - اس سنہ مین مدرسۃ العلوم فرسٹ آرٹس کے امتحان تک اور ۱۸۸۱ء مین بی اے اور ایم - اے کے امتحان تک اور ۱۸۸۳ء سے قانونی امتحان مین کلکتہ یونیورسٹی کے ساتھ اور اسیطرح سائنس اور آرٹس کی اعلیٰ تعلیم مین اور نیز قانونی تعلیم مین الہ آباد یونیورسٹی کے ساتھ ملحق ہو گیا -

تفسیر القرآن سر سید کو اندیشہ تھا کہ جس انگریزی تعلیم کو وہ قوم مین پھیلانا چاہتے ہین، کہین اُس سے ویسے ہی مضر نتائج اسلام کے حق مین بھی نہ پیدا ہون جیسے یورپ مین عیسائی مذہب کے حق مین پیدا ہوئے ہین - لہذا اس اندیشہ کا انسداد کرنا ضروری تھا - اس مقصد کو ملحوظ رکھکر اُنھون نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۸۷۶ء مین اس کام مین ہاتھ لگا دیا - ابتدائً جبتک تہذیب الاخلاق جاری رہا، کبھی کبھی وہ مختلف آیات کی تفسیر اخبار مذکور مین چھاپتے رہے - مگر جب اول مرتبہ تہذیب الاخلاق بند ہو گیا، اور سر سید سرکاری خدمات سے سبکدوش ہو کر علیگڈھ چلے آئے تو قرآن مجید کی تفسیر ترتیب وار لکھنی شروع کی اور آخر دم تک لکھنے مین مصروف رہے - تفسیر کا دو خمس باقی تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا -

اگرچہ سر سید نے اس تفسیر مین جا بجا ٹھوکرین کھائی ہین اور بعض بعض مقامات پر

اُن سے نہایت رکیک لغزشین ہوئین ہین، بایہمہ اُن کی مذہبی خدمات مین یہ ایک جلیل القدر خدمت ہے جس سے اُن کی اسلام کی محبت وہمدردی کے علاوہ اُن کی لٹریری لیاقت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس تفسیر کے خلاف اکثر مولویون نے تفسیرین لکھی ہین جن مین تفسیر حقانی سب سے زیادہ مشہور ہے لیکن ان لوگون نے صرف اس بات کی کوشش کی کہ سر سیّد کی نسبت لوگون کے تعصبات کو اور زیادہ بھڑکائین اور اپنی تفسیرون کے خریدار پیدا کرین۔ سر سیّد کی تفسیر کی لغزشون کو اُنھین کے طرز استدلال کے ذریعہ دور کرنیکی کوشش نہین کی۔

---

(۶)

۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۸ء تک

۱۸۷۸ء مین سر سیّد کو لارڈ لٹن نے وائسرائےگل لیجسلیٹو کونسل کا ممبر مقرر کیا۔ اُن کے بعد دوسری مرتبہ لارڈ رپن نے اُن کو کونسل کی ممبری کیلئے نامزد کیا۔ قانونی کونسل مین ہندوستانیون کو شریک کرنے کی تحریک سب سے پہلے سر سیّد ہی نے کی تھی۔ ”رسالہ اسباب بغاوت“ مین اُنھون نے بغاوت کا سب سے بڑا سبب یہی قرار دیا تھا کہ کونسل مین ہندوستانیون کو بھرتی نہین کیا جاتا۔ اور سلطنت کے انتظام سے وہ بالکل بیخبر رہتے ہین جس عزت و

امتیاز کا دروازہ اُنھون نے اپنے ہموطنون کیلئے کھولا تھا اُس کا استحقاق فی الواقع سر سیّد سے زیادہ کوئی نہین رکھتا تھا۔ وہ چار برس تک کونسل کے ممبر رہے اور قانون کے دو مسودے کونسل مین پیش کئے۔ دونون مسوّدے پاس ہو گئے یعنی (۱) قانون ٹیکہ چیچک اور (۲) قانون تقرر قاضیان۔

قانون ٹیکہ چیچک | چیچک کے ٹیکہ کا قانون جس کا مسوّدہ ستمبر ۱۸۷۹ء مین پیش ہوا جزوی ترمیم کیساتھ منظور ہو گیا۔ سر سیّد نے اس بات پر زور دیا تھا کہ حتی الامکان ٹیکہ لگوانے والون کیلئے آسانیان پیدا کی جائین اور کسی بچہ کے بازو سے مادہ نہ لیا جائے، اور قانون کے خلاف ورزی کی سزائین صرف جرمانہ تک محدود رہین۔

قانون تقرر قاضیان | قاضیون کے تقرر کا قانون بھی ۱۸۸۰ء مین کسی قدر اختلاف کے بعد پاس ہو گیا۔ اگرچہ عہدۂ قضا کی وہ حیثیت باقی نہین رہی تھی جو اہل اسلام کے عہد مین تھی، تاہم انگریزی گورنمنٹ نے اس عہدہ کو بالکل موقوف نہین کر دیا تھا۔ بلکہ عدالتی اختیارات کے سوا باقی تمام کام بدستور قاضیون کے متعلق تھے۔ مگر رفتہ رفتہ اُن کی خدمات محدود ہوتی گئین یہانتک کہ ۱۸۶۴ء مین جملہ قانون جو قاضیون کے تقرر اور اُنکے کامون سے متعلق تھے منسوخ ہو گئے۔ مجوزہ مسودہ قانون کا یہ منشا تھا کہ

قدیم قاضیون کے خاندان جو سرکاری عہدہ دار نہ ہونے کی وجہ سے کس مپرسی کی حالت مین تھے اُنکی قدر و پرسش ہونے لگے۔

قانون وقف خاندانی | سر سید نے اپنی ممبری کونسل کے زمانہ مین ایک مسودہ "قانون وقف خاندانی" کے نام سے تیار کیا تھا جسکے ذریعہ سے مسلمان خاندانون کو تباہی اور بربادی سے بچانا مقصود تھا۔ سر سید نے بہ اجازت وائسرائے مسودہ کو ذاتی طور پر مشتہر کر کے اُس کی نسبت مسلمانون کی رائین دریافت کرنے کی غرض سے اخبارات مین شایع کیا۔ بالعموم بعض نہایت مستند علماء نے وقف خاندانی کے مسئلہ کو تسلیم کیا اور اُس کے جواز پر فتوی لکھدیا مگر بہت سے مسلمانون نے سخت مخالفت کی۔ چنانچہ وقف خاندانی کے عدم جواز پر فتوے لکھے گئے اور گورنمنٹ مین اُس کے خلاف عرضیان اور میموریل بھیجے گئے۔ سر سید نے یہ رنگ دیکھا تو بعض احباب کے مشورہ سے مسودہ کو پیش نہین کیا۔ اس قانون کے ذریعہ سے سر سید کی یہ خواہش تھی کہ خاندانی جائدادین بیع اور تقسیم سے محفوظ رہین۔

کونسل مین تقریرین | جب تک سر سید کونسل مین رہے اُنھون نے اکثر موقعون پر غیر معمولی لیاقت ظاہر کی۔ باوجودیکہ وہ انگریزی نہ جانتے تھے مگر ہر ایک معاملہ پر گفتگو کرتے تھے حتی کہ لارڈ لٹن نے بھی ایک موقعہ پر اعتراف کیا کہ "ایسی قابلانہ اسپیچ مین نے کبھی نہین سُنی تھی" قانون مزارعانِ

دکن، قانون انتقال جائداد، قانون حقوق استفادہ، اور قانون ترمیم ضابطۂ فوجداری وغیرہ کے متعلق اُنکی تقریرین خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین۔

لارڈ رپن کے عہد مین جبکہ سرسید کی ممبری کی میعاد ہنوز باقی تھی، اُنھون نے بذریعۂ تار ممبری کونسل سے استعفا دیدیا کیونکہ کلکتہ جانے مین مدرسہ کے کامون مین حرج واقع ہوتا تھا۔ لیکن جب اضلاع شمال مغرب مین کونسل قائم ہوئی تو مقامی گورنمنٹ نے اُن کو پھر نامزد کیا اور ایک مدت تک اُنھون نے فرائض ممبری کو نہایت حسن وخوبی سے انجام دیا۔ آخر پھر مدرسہ کے کاروبار کی ضرورت اور نیز ضعیفی کی وجہ سے استعفیٰ پیش کرنا پڑا۔

تعلیمی کمیشن مین شہادت

سنہ ۱۸۸۲ء مین یعنی ممبری کونسل کے زمانہ مین اول تعلیمی کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے تھے، لیکن کمیشن کی بے ضابطگیون کے باعث علیحدہ ہو گئے۔ لارڈ رپن کے ایما پر اُنھون نے سید محمود کو اپنی جگہ ممبری قبول کرنے پر آمادہ کیا اور خود سرسید نے کمیشن مین شہادت دی۔ اُنھون نے ہر موقع پر اپنی رائے نہایت آزادی سے ظاہر کی اور ضمناً معقول تجویزین پیش کین۔

محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن

سرسید کو سنہ ۱۸۶۹ء مین یہ خیال ہوا تھا کہ عام ہندوستانیون کو ہندو ہون کہ مسلمان، تعلیم کی غرض سے یورپ کے سفر پر آمادہ کرنے کے لئے ایک ایسوسی ایشن قائم کیا جائے اور اُس کے ممبر دو روپیہ ماہوار چندہ دیا کرین جو بطور ایک فنڈ کے سفر کے لئے جمع ہوتا رہے۔ مگر اس مین

کامیابی نہ ہوئی ۔ ہندو تو یورپ کے سفر کو مذہب کے خلاف تصور کرتے تھے اور مسلمان بھی اسی قسم کے توہمات مین مبتلا تھے ۔ ۱۸۸۳ء مین جب ہندوستانی لڑکے ولایت جانے لگے تو سر سیّد نے محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن قائم کی ۔ اُنھون نے کوشش کی کہ کم سے کم پانچسو ممبر دو روپیہ ماہوار دینے والے ہو جائین ۔ شمالی ہندوستان کے ہر ایک ضلع مین سب کمیٹیان قائم کرنے کا بھی ارادہ کیا تاکہ ممبرون کی تعداد زیادہ ہو ۔ لیکن صرف ۲۹۹ ممبر شامل ہوئے ۔ جو کچھ عرصے تک دو روپیہ ماہوار دیتے رہے ، اور بعض لوگون نے یکمشت رقوم بھی دین ۔ مگر آخر سب کے ارادے سست ہو گئے اور رفتہ رفتہ چندہ دینا بھی بند ہو گیا ۔ ایسوسی ایشن کی آمدنی سے چار ہزار ایک سو روپیہ جمع ہوا تھا ، جس کو سر سیّد نے ممبرون کی منظوری سے بنک مین جمع کرادیا ، تاکہ جب موقع آئے تو اُسی کام مین اُسکو صرف کیا جائے ۔

محمڈن ایسوسی ایشن علیگڈھ | ۱۸۸۳ء مین سر سیّد نے ضلع علیگڈھ کے رئیسون کی شرکت سے محمڈن ایسوسی ایشن قائم کی جس کے مقاصد بہت عمدہ تھے اور اس کا چلنا بھی زیادہ دشوار نہ تھا مگر چونکہ سر سید مدرسہ کے کامون کی وجہ سے اس کے پیروکار نہ تھے اس لئے وہ بہت جلد مدھم پڑ گئی اور اب اُس کا نام ہی نام باقی رہ گیا ہے ۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کرنا | ۱۸۸۶ء مین سر سیدنے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

قائم کی۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ ہر حصہ ملک کے مسلمان قومی تعلیم اور قومی ترقی کے متعلق تبادلہ خیال کرین او آپس مین قومی ہمدردی اور یگانگت پیدا ہو۔ کانفرنس کا پہلا اجلاس ۲۷ دسمبر ۱۸۸۶ء کو علیگڈھ مین منعقد ہوا اُسکے مقاصد اوّلاً یہ قرار دیئے گئے:۔

(۱) مسلمانون مین مغربی تعلیم کو درجۂ کمال تک پہنچانا۔

(۲) جو انگریزی مدرسے مسلمانون کی تعلیم کیلئے مسلمانون کی طرف سے جاری ہون اُن مین مذہبی تعلیم کے حالات دریافت کرنا اور اُس تعلیم کی تکمیل مین کوشش کرنا۔

(۳) علوم مشرقی اور دینیات کی تعلیم جو علمائے اسلام بطور خود دیتے ہین، اُسکو تقویت دینا اور اُس کو بدستور قائم اور جاری رکھنے کی مناسب تدبیرین عمل مین لانا۔

(۴) قدیم طرز پر جو تعلیم دیسی مکتبون مین جاری ہے، اُس کے حالات کی تفتیش کرنا اور اُن کی ترقی و توسیع کی تدبیرین اختیار کرنا۔

تجویز ہوا کہ کانفرنس کا سالانہ اجلاس کسی مناسب مقام پر ہوا کرے اور کانفرنس کے مقاصد کی تکمیل کیلئے جہانتک ممکن ہو ہر شہر و قصبہ مین کمیٹیان قائم کی جائین۔ ۱۸۹۶ء تک سالانہ جلسے مختلف مقامات مین ہوتے رہے۔ سرسید آخری وقت تک کانفرنس کے سکریٹری رہے اور اپنے

فرائض کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اُن کے بعد نواب محسن الملک نے بھی بڑی کوشش اور جانفشانی سے سکریٹری کے فرائض انجام دیئے (یہ کانفرنس بدستور قائم اور جاری ہے)۔

اس کانفرنس سے جو نتائج پیدا ہوئے وہ بھی اُمید اور توقع سے زیادہ ہیں مثلاً مسلمانوں کی توجہ تعلیم کی طرف ہوئی۔ غریب مسلمان طلبا کو مالی مدد دیگئی۔ تعلیمی وظائف دیئے گئے۔ پھر بہت سے نہایت عمدہ رسالے مضامین اور لکچر ایسے تیار ہوگئے جن سے اُردو لٹریچر میں معقول اضافہ ہوا ہے۔ ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہوا کہ کانفرنس کے مباحثوں سے مجمع عام میں تقریر کرنیکی قابلیت پیدا ہوگئی اور جن لوگوں میں اس کی خداداد قابلیت موجود تھی، کانفرنس میں گفتگو کرنے کے باعث سے اُنکے جوہر کھل گئے۔

پبلک سروس کمیشن کی ممبری ۱۸۸۷ء میں سرسید کو لارڈ ڈفرن نے سول سروس کمیشن کی ممبری کے لئے انتخاب کیا۔ اس کمیشن میں صرف سرسید ہی ایک ایسے ممبر تھے جو برائے نام ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول سکتے تھے مگر اس کے باوجود ممبری کمیشن کے فرائض اُنھوں نہایت عمدگی سے پورے کئے اور ہر معاملہ پر نہایت قابلیت سے بحث کی۔

انڈین نیشنل کانگرس کی مخالفت سرسید نے انڈین نیشنل کانگرس کی پُرزور مخالفت کی اور اُسکا اثر ہندوستان سے انگلستان تک تعجب انگیز صورت میں

ظاہر ہوا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ سرسید مسلمانون کو گورنمنٹ کے خلاف کسی تحریک مین حصہ لینے سے بچانا چاہتے تھے۔ کیونکہ غدر مین مسلمان کافی نقصان اُٹھا چکے تھے۔ پھر سرسید ہندؤن سے کھٹک گئے تھے۔ اُنھین یقین ہو چکا تھا کہ ہندو مسلمان کبھی مل کر اور ایک قوم بن کر کام نہ کر سکین گے۔ اُنھون نے دو برس تک نہایت صبر و خاموشی کے ساتھ کانگرس کے رویہ کو دیکھا۔ جب کانگرس کی رپورٹین شائع ہوئین اور اُس کے مقاصد اُنھین معلوم ہوئے تو اُن کو پختہ یقین ہو گیا کہ کانگرس کی تجویزین سراسر ہندو مفاد کی تصویر ہین اور اگر ہندو اپنی کوششون مین کامیاب ہوئے تو مسلمانون کی سیاسی حالت کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ سب سے زیادہ اُنھین یہ اندیشہ تھا کہ مسلمان کانگرس مین شریک ہو کر کہین پھر انگریزون کی بدگمانی کا نشانہ نہ بنجائین۔ وہ غدر مین یہ تماشا اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے کہ کارتوس کی مخالفت جو بغاوت کی بنیاد تھی ہندؤن سے شروع ہوئی اور مسلمانون پر تھپ گئی۔ اب بھی اُن کو یہی خوف تھا کہ جو چیز اب بنگالیون کی "آزادی" سمجھی جاتی ہے وہ مسلمانون مین آکر کہین بغاوت نہ بنجائے۔

۲۸ دسمبر ۱۸۸۷ء کو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا دوسرا اجلاس لکھنؤ مین اور کانگرس کا تیسرا اجلاس مدراس مین ہو رہا تھا۔ اس موقع پر سرسید نے انڈین نیشنل کانگرس کے خلاف ایک نہایت مفصل اور پرزور لکچر دیا۔ جو

ہندوستان کے اخبارات مین بھی شائع ہوا، اور انگلستان کے اخبارات نے بھی اُس کے اقتباسات شائع کئے اور اسپر اپنی عمدہ رائین تحریر کین۔ اس کے بعد ١٦ / مارچ ۱۸۸۸ء کو میرٹھ مین اُنھون نے دوسرا لکچر دیا۔ یہ لکچر بھی نہایت پُرزور اور مؤثر تھا۔ دونون لکچرون مین بڑی بات یہ تھی کہ پُرانے خیال کے مسلمان جو ہر معاملہ مین سرسید کی رائے اور تجویز کی مخالفت یا اظہار نفرت کرتے تھے اُنھون نے بالاتفاق ان کی رائے کو تسلیم کر لیا اور باستثنائے معدودے چند تمام تعلیم یافتہ مسلمانون نے اُن کی رائے پر پورا پورا عمل کیا۔

پٹریاٹک ایسوسی ایشن

اگست ۱۸۸۸ء مین سرسید نے علیگڈھ مین پٹریاٹک ایسوسی ایشن (انجمن محبان وطن)، قائم کی تاکہ جو لوگ کانگرس مین شریک نہین ہین، اُنکی رائین اور خیالات اور خط وکتابت پمفلٹ کی صورت مین وقتاً فوقتاً انگریزی مین چھپوا کر اہل انگلستان اور ممبران پارلیمنٹ کی اطلاع کیلئے ولایت کو بھیجی جائے۔ اس ایسوسی ایشن کے قائم کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنگال، بہار، مدراس، بمبئی، ممالک متوسط، اضلاع شمال مغرب، اور پنجاب کی بیشمار اسلامی انجمنون نے کانگرس کے خلاف جلسے کئے۔ بنگالی اخبارات نے سرسید کی اس کارروائی پر سخت ناراضی کا اظہار کیا، اور اُن کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ مگر سرسید کی رائے مین مطلق تبدیلی نہ ہوئی۔

وہ کانگرس کے ایجی ٹیشن کو تمام ملک کے حق مین عموماً اور مسلمانون کے حق مین خصوصاً مضر سمجھتے تھے۔ خود بہت سے مسلمان بھی سر سید کے اس طرز عمل کو مدت تک نہایت تعجب سے دیکھتے رہے۔ مگر سر سید نے جس بات کو اپنے نزدیک قوم کے حق مین بہتر سمجھ لیا تھا، آخر دم تک اُسی پر قائم رہے۔ حتیٰ کہ نکتہ چینون کے ترکش خالی ہو گئے، اور سب کی زبانین بند ہو گئین ؎

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چین ہوئے چُپ
سب کچھ کہا اُنھون نے پر ہم نے دم نہ مارا

کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا تمغہ ملنا ۱۸۸۸ء مین سر سید کو نائٹ کمانڈر طبقہ اعلیٰ ستارۂ ہند سے ممتاز کیا گیا۔ ۱۴ مئی کو علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ کے بڑے ہال مین جلسہ ہوا اور نائب مجسٹریٹ نے اعلان پڑھ کر سنایا، اور ملکہ معظمہ کی طرف سے ستارۂ ہند سر سید کے سینہ پر لگا دیا، اور فیتہ مع بیج اُن کے گلے مین ڈال دیا۔

ڈاکٹر آف لاز کی ڈگری ۱۸۸۹ء مین سر سید کو اڈنبرا یونیورسٹی سے ایک اعلیٰ مصنف اور حامی علوم ہونے کی حیثیت سے ایک بڑا علمی امتیاز دیا گیا یعنی اُن کو ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ لیکن سر سید کی نظر مین ایسی اعزازی ڈگریون کی کچھ اہمیت نہ تھی۔ وہ یونیورسٹی کی ہر ایک ڈگری کو اُس قوم کے حق مین جس کے ہاتھ مین اُس یونیورسٹی کی باگ نہ ہو، ایک بھیک کے ٹکڑے سے زیادہ نہین جانتے تھے۔

ٹرسٹی بل پر اختلاف | کالج کا انتظام ابتدا مین صرف ایک کمیٹی سے متعلق تھا جو کالج فنڈ کمیٹی" کہلاتی تھی۔ لیکن کالج کی ترقی کے ساتھ ساتھ کالج فنڈ کمیٹی کے ماتحت چار اور کمیٹیان مقرر ہوئین:-

(۱) کمیٹی ڈائرکٹران تعلیم السنہ مختلفہ وعلوم دینویہ۔

(۲) کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت۔

(۳) کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اثنا عشریہ۔

(۴) منیجنگ کمیٹی (جسکا کام بورڈنگ ہوس کا انتظام اور بورڈرون کی نگرانی تھا)۔

جب کالج کی حالت اور اُسکی جائداد بہت ترقی کر گئی اور لوگون کا اعتماد بھی زیادہ ہوگیا تو سر سید کو خیال ہوا کہ اب کالج ایک معمولی کمیٹی کے سپرد رہنا مناسب نہین۔ ابھی یہ خیال پیدا ہی ہوا تھا کہ اتفاق سے سر سید بیمار ہوگئے۔ صحت ہوتے ہی اُنھون نے ضروری سمجھا کہ کالج اور اُسکی جائداد کے لئے اُن کی زندگی مین ٹرسٹی (امین) مقرر ہو جائین۔ سر سید نے ۱۸۸۹ء مین ٹرسٹیون کے حسب ضابطہ تقرر اور دیگر انتظامات کیلئے قواعد وضوابط مرتب کئے اور چھپوا کر اسکی کاپیان تمام ممبرون کو رائے کیلئے بھیجین۔ مولوی سمیع اللہ خان، سی ایم جی، کو اسکی بعض دفعات سے اختلاف ہوا جن مین ایک دفعہ وہ بھی جسکی رو سے آنریبل سید محمود کو جائنٹ سکریٹری مقرر کیا گیا تھا۔

مستودہ تو بھرے جلسے مین کثرت رائے سے پاس ہو گیا، مگر مولوی سمیع اللہ خان کے اختلاف نے مخالفت کی صورت اختیار کر لی۔ وہ اور اُن کی تمام پارٹی جسمین زیادہ تر ضلع علیگڈھ اور بلند شہر کے رئیس تھے، کالج سے بے تعلق ہو گئی۔ سرسید کو مولوی سمیع اللہ خان کی مخالفت بہت شاق گزری، کیونکہ وہ اُن کو اپنا قوت بازو سمجھتے تھے۔

کالج کے روپیہ مین غبن

۱۸۹۵ء کے آخر مین سرسید کو ایک ایسا صدمہ پہنچا جس کا اثر اخیر دم تک زائل نہ ہوا۔ دفتر مین ایک شخص شام بہاری لال جو سن ۱۸۸۳ء سے ہیڈ کلرک کے عہدہ پر مامور تھا۔ وہ ایک شریف خاندان کا فرد تھا، اور سرسید کو بھی اُس پر اعتماد تھا۔ کئی سال تک وہ ٹھیک ٹھیک کام کرتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے ہاتھ پاؤن نکالنے شروع کیے اور مختلف طریقون سے رفتہ رفتہ ایک لاکھ پانچ ہزار چار سو نو روپیہ غبن کر گیا۔ سرسید کا اس رنج مین گویا کام ہی تمام ہو گیا۔ شام بہاری لال پر فالج گرا، اسی حالت مین گرفتار ہوا، دورہ سپرد ہوا اور نہایت تلخی اور رسوائی کے ساتھ حوالات ہی مین کچھ کھا کر مر گیا۔

سرسید کی وفات

اگرچہ غبن کے واقعہ نے سرسید کی خوشدلی کو بہت کچھ مکدر کر دیا تھا مگر اس صدمہ سے اُن کی طبیعت ایسی مغلوب نہین ہوئی تھی کہ اُن کی ہمت اور کوشش مین فتور آ جائے۔ وہ تمام قومی خدمات اپنی

قدیم عادت کے موافق برابر انجام دیتے تھے اور غبن کے باعث کالج کو جو نقصان پہنچا تھا اُس کے تدارک کی فکر سے بھی غافل نہ تھے کہ اُن کو ایک لاعلاج مصیبت پیش آئی ۱۸۹۷ء کے نصف اخیر مین سید حامد کے انتقال نے سرسید کو آدے کی طرح بٹھا دیا - اگرچہ بظاہر وہ اس مصیبت کو اخیر دم تک نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ اور ایسے تحمل کے ساتھ جسکی نظیر ملنی مشکل ہے، برابر جھیلتے رہے، مگر یہ صدمہ اندر ہی اندر کام تمام کرتا جاتا تھا۔ مگر اُن کی زبان سے کبھی کوئی شکایت یا افسوس کا کلمہ نہین نکلا۔ مرنے سے دو ڈیڑھ مہینے پہلے اُن کو چپ لگ گئی تھی۔ بہت کم بولتے تھے، اور ہان یا نہین کے سوا بات کا بہت کم جواب دیتے تھے۔ اُن کے یارغار محسن الملک اور سید زین العابدین خان گھنٹون اُن کے پاس خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ صحبت کا لطف بالکل جاتا رہا تھا۔ ایک دن سید زین العابدین خان نے پوچھا کہ آپ ہر وقت خاموش کیون رہتے ہین؟ سرسید نے جواب دیا کہ "اب وہ وقت قریب ہو کہ ہمیشہ چپ رہنا ہوگا، اسلئے خاموش رہنے کی عادت ڈالتا ہون!"

باینہمہ قومی خدمات کی دُھن اور خاص کر کالج کی بہبودی کا خیال کبھی اُن کے دل سے فراموش نہ ہوتا تھا۔ اُسی حالت مین اُنھون نے متعدد مضامین لکھے جن کا موضوع تعلیم تھا۔ اُسی زمانے مین اُردو زبان اور فارسی رسم الخط

کے خلاف جب تیسری بار جھگڑا اُٹھا تو اُنھون نے اس معاملہ کی نسبت پھر اپنی قدیم رائے مرنے سے آٹھ دن پہلے ظاہر کی۔ اُنھین دنون مین ایک عیسائی نے رسالہ اُمہات المومنین شائع کیا جس مین آنحضرت صلعم کی کثرت ازدواج اور آپ کے اخلاق پر بہت سخت اعتراضات کئے تھے۔ سر سیّد نے پہلے تو بطور تمہید ایک طویل مضمون اصول تنقید روایات پر اس رسالہ کو دیکھکر لکھا۔ اس کے بعد اُس کا جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ جواب ختم نہ ہوا تھا کہ ۲۴ مارچ ۱۸۹۸ء کو احتباس بول کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ۲۶ کی شام کو علامات یوریمیا ظاہر ہونے لگین۔ ۲۷ مارچ کی صبح سے نہایت سخت درد لاحق ہوا جو اس بات کی علامت تھی کہ یورک ایسڈ دوران خون مین شامل ہو کر جلد جلد دماغ پر اپنا اثر کر رہا ہے۔ اُسی دن شام کو شدید لرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی سی دیر مین ہذیان کی صورت پیدا ہو گئی۔ ان کی عادت تھی کہ ہمیشہ بیماری کی شدت مین حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل بار بار پڑھا کرتے تھے۔ اس دفعہ بھی ہذیان کی حالت طاری ہونے سے پہلے قرآن کی یہ دو آیتین اُن کی زبان پر تھین (۱) حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر۔ (۲) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ مگر تپ کی شدت اور ہذیان کی حالت مین اُن کی زبان سے کوئی ایسی بات نہین نکلی جو

سمجھ مین آسکے - تین گھنٹے سخت کرب اور بیچینی رہی، اور رات کے دس بجے حاجی اسمٰعیل خان کی کوٹھی مین وفات پائی - دوسرے دن ساڑھے پانچ بجے دن کے جنازہ اُٹھا - جنازے کے ساتھ اتنا ہجوم تھا کہ علیگڈھ مین اس نوعیت کا اژدہام کسی نے نہ دیکھا ہوگا - ۶ بجے کے بعد کرکٹ فیلڈ مین نماز جنازہ ادا ہوئی اور مدرستہ العلوم کے شمالی پہلو پر جو تھوڑی سی زمین مسجد کی حد سے خارج بیکار پڑی تھی، وہان اُنھین سپرد خاک کیا گیا ؎

قوم را سرمایہ مجد و علا از دست رفت　　　بعد ازان کاین گنج را در خاکدان انداختند

تا قیامت گوئی از تاراج ما فارغ شدند　　　کاین مصیبت بر سر اسلامیان انداختند

سرسیّد کی وفات کی بیشمار تاریخین لکھی گئین، لیکن دو عربی مادے عجیب و غریب نکلے - ایک "غفر لہ" اور دوسرا قرآن مجید کی یہ آیت "اِنّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَھِّرُکَ" تمام ملک نے رنج و افسوس کا اظہار کیا - اخبارات مین مضامین شایع ہوئے - جا بجا تعزیتی جلسے کیے گئے - انگلستان مین ماتمی جلسہ ہوا اور بڑے بڑے نامور اخبارون نے اُن کی موت کو مسلمانون کی اعلیٰ درجہ کی سیاسی طاقت کے زوال سے تعبیر کیا - ۲۳ جولائی ۱۸۹۸ء کو سرسیّد میموریل فنڈ کی تائید مین لفٹننٹ گورنر صوبۂ شمال مغرب نے وائسرائے کی چٹھی ایک عام جلسہ مین پڑھکر سنائی، جسمین سرسیّد کی خدمات اور کالج کی ترقی کا اعتراف تھا - نیز فنڈ مین

وائسراے نے اپنی عملی ہمدردی کے ثبوت مین دو ہزار کا چندہ شامل کیا۔

انگلستان کی ایک فاضل خاتون نے سرسید کی وفات پر انگریزی زبان مین نوحۂ غم لکھا، اور دنیا مین شاید یہ پہلی مثال ہے کہ ہندوستان کے ایک مسلمان کی موت پر انگلستان کی ایک شریف خاتون نے ایک نظم بطور نوحہ لکھی، اُس نظم کا ترجمہ یہ ہی:-

ایک تناور درخت جہان کھڑا تھا، وہین گر پڑا۔ اُسکی سایہ دار شاخین جو چارون طرف دور تک پھیلتی تھین، صحت بخش شبنم اُن سے ٹپکتی تھی اور اُنھون نے کثرت سے بیج بکھیرے تھے۔ اُن کے سایہ مین بنجر زمین اصلاح پاگئی۔

بیج پھوٹ نکلے، شگفتہ و شاداب پھول کھلنے لگے، اور خوبصورت نونہالون نے جو طاقت اور حسن سے آراستہ تھے، اس ویران ریگستان کو گلزار بنا دیا۔ روؤ، اب اس شاہانہ درخت کیلیے کہ اجل نے اسکو گرا دیا ہے۔

غم کرو مگر اُمید کے ساتھ، کیونکہ اسکی ہری بھری کھیتیان جو اسکی سالہا سال کی محنت کا ثمرہ ہین، اُسکی قبر کے گرد لہلہا رہی ہین، جن نونہالون کو اُسنے اپنی چھاؤن مین پرورش کیا تھا، وہ پھول رہے ہین اور پھبک رہے ہین۔ یہ نونہال بھی اُسی کے مانند زندہ رہین گے تاکہ کسی ویرانہ کو گلزار بنا جائین۔

(پہلا حصہ ختم ہوا)

دوسرا حصہ

سرسید کی زندگی، اُنکی تصنیفات، اور اُنکے کامون پر تبصرہ

سرسید کی ترقی کے اسباب

ہمارے ملک مین ترقی کا لفظ زیادہ تر عہدہ یا منصب کی ترقی پر اطلاق کیا جاتا ہے، مگر یہان سرسید کی جس ترقی کے اسباب بیان کرنے مقصود ہین وہ عہدہ اور منصب کی ترقی نہین، بلکہ وہ ترقی ہے جو بعض اوقات کسی شخص کو نہ عہدہ اور منصب کے لحاظ سے اور نہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کے اعتبار سے بلکہ اعلیٰ اور اشرف خصائل انسانی کے لحاظ سے نہ صرف اپنے خاندان مین بلکہ تمام قوم اور ملک مین ممتاز کر دیتی ہے۔

سرسید کی زندگی کے واقعات کو اگر محض سرسری طور پر دیکھا جائے تو اسقدر ضرور ثابت ہوگا کہ ایک مسلمان جو قومی تنزل کے زمانہ مین پیدا ہوا جس نے ایک مردہ دار الخلافہ کی پژمردہ سوسائٹی مین ہوش سنبھالا، اور ہندوستان کی کمزور آب و ہوا مین نشو و نما پائی، اُسنے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ نہایت جانکاہ

محنت، دلی شوق، اور بے نظیر استقلال کے ساتھ گورنمنٹ کی خیر اندیشی، ملک کی خیر خواہی، قوم کی خدمت اور مذہب کی حمایت مین بسر کر دی۔

پس، اس مقام پر ضرور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز نے یہ غیر معمولی تحریک اُس کے دل مین پیدا کی۔

سرسید کی زندگی مین بہت سی ایسی خصوصتین پائی جاتی ہین جن پر اُنکی ترقیات کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے۔ وہ ایک ایسے خاندان مین پیدا ہوئے جسمین قدیم خاندان کی نیکیان اور نئے خاندان کی اولوالعزمی اور ہمت مجتمع تھی۔ اُن کی ددھیال سلطنت کے ایک قدیم متوسل گھرانے کی یادگار تھی، اور اُن کی ننھیال ایک ایسے خاندان سے علاقہ رکھتی تھی جس نے اپنی ذاتی لیاقت، حسن تدبیر اور علم و فضل سے امتیاز حاصل کیا تھا اور اپنے تئین زمانے کے سانچے مین ڈھالا تھا۔ بچپن مین زیادہ تر وہ اپنی ننھیال ہی مین رہے اور وہین تعلیم و تربیت پائی۔ اُن کی مان ایک نیک نہاد، سنجیدہ، اور دانشمند بی بی تھین، جن کی تعلیم و تادیب سرسید جیسے جوہر قابل کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی تھی۔ اُنھون نے اتفاق سے ایسی حالت مین نشو و نما پائی کہ نہ اُن کی حد سے زیادہ روک ٹوک ہوئی اور نہ اُن کو بالکل مطلق العنان چھوڑ اگیا۔

جوانی کے آغاز مین سرسید کو کسیقدر زیادہ آزادی حاصل ہوئی۔ سوسائٹی کا

پر بھاؤ ان اُن پر بھی پڑا اور پڑنا چاہیئے تھا۔ لیکن بھائی کی عبرت انگیز موت سے دل پر ایسی افسردگی چھائی کہ ہمیشہ کیلئے لہو ولعب سے دست بردار ہونا پڑا۔ مگر چونکہ طبیعت مین آتشگیر مادہ بھرا ہوا تھا، وہ آخر کار مشتعل ہوئے بغیر نہ رہا۔ وہی سودا جو عنفوان شباب مین ہوا و ہوس کی شکل مین ظاہر ہوا تھا، بیس برس بعد حبّ قومی کے لباس مین جلوہ گر ہوا۔

جس حد تک سرسیّد کی تعلیم ہوئی اُسکو بھی اُن کی ترقی کا مؤید سمجھا جاسکتا ہے۔ اُن کا پُرانی تعلیم مین ادھورا رہنا اور نئی تعلیم سے آشنا نہ ہونا منجملہ اُن اتفاقات حسنہ کے تھا جنھون نے قوم کی اصلاح کے عظیم الشان کام پر ہاتھ ڈالنے سے اُن کو جھجکنے نہین دیا۔

اگرچہ یہ تمام باتین جو اوپر بیان کی گئی ہین بلاشبہ ایسی ہین جن کو سرسیّد کی ترقی مین بہت کچھ دخل معلوم ہوتا ہے، مگر اُن مین سے ایک بات بھی ایسی نہین جسکو اُن کی ترقی کے اصلی اسباب مین شمار کیا جائے۔ کیونکہ یہی باتین اکثر اوقات ترقی کی سدّ راہ دیکھی گئی ہین۔ پھر جو حیرت انگیز اور عظیم الشان کام سرسیّد نے انجام دئے اور جیسی جلیل القدر خدمتون مین اپنی زندگی بسر کی، اُن کو محض اتفاقی اُمور کی طرف منسوب نہین کیا جاسکتا۔

اگرچہ یہ بات قرین قیاس ہو کہ سرسیّد نے جو کچھ اپنے ملک و قوم کی خدمت یا مذہب کی حمایت مین کیا، یورپ کے اُن مصلحانِ ملک اور محبانِ وطن کی

ریس سے کیا ہو جنھون نے ملک اور قوم پر اپنی جانین قربان کی ہین لیکن سچ یہ ہے کہ سرسید نے جو کچھ کیا وہ اُس مذہبی جذبے کے ماتحت کیا جو اُن کے دل مین کارفرما تھا۔ سرسید نے اپنے گھر مین مذہب کا دور دورہ دیکھا تھا، گویا مذہب کی آغوش مین اُنھون نے پرورش پائی تھی، اور مذہب ہی کی گود مین ہوش سنبھالا تھا۔ پھر مولانا اسمٰعیل شہید کی تصنیفات نے اُنکے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور اُن کو کسی قدر تقلید کی بندشون سے آزاد کیا۔ بالآخر، زمانہ کی ضرورتون نے اُن کی آنکھین کھولین اور خود اُس یقین نے جو اسلام کی حقیقت کی نسبت اُن کی گھٹی مین پڑا تھا، اُن کو اسلام کی حقیقت اور اُس کے اصلی مقاصد تک پہنچا دیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سرسید کے دل پر ایسی افسردگی اور مایوسی چھائی کہ اُن کا ارادہ کسی دوسرے ملک مین جا کر رہنے کا ہو گیا۔ لیکن مذہب نے اُنھین بتایا کہ قوم کی خیر خواہی کا نام اسلام ہے، اور قوم کی آگ مین کودنا کسی گوشہ مین بیٹھکر یادِ خدا کرنے سے بہتر ہے۔ مذہب کی ہدایت سے اُن کے تمام ارادے فسخ ہو گئے۔ اُنھون نے اپنی تمام زندگی اور طاقت اور استطاعت اور اپنے تمام قویٰ کو نفسِ واپسین تک قومی خدمت اور قومی خیر خواہی کیلئے وقف کر دیا۔

یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ سرسید کی فطرت مین غایت درجہ کی

فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی تھی۔ وہ اپنی بساط سے بڑھ کر غریبون اور مسکینون
کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ لیکن جب اُن کو مسلمانون کی تعلیم کا خیال پیدا ہو گیا
تو اس قسم کے شخصی سلوک اور احسان بالکل بند کر دیئے۔ اور جو کچھ اُنکے
اخراجات سے بچا وہ مدرسہ کے سوا کہین اور صرف نہین کیا۔ تعلیم کے سوا کسی
اور رفاہ عام کے چندہ مین بھی وہ شریک نہین ہوتے تھے۔ یہان تک کہ
غدر کے بعد جب سہارنپور کی جامع مسجد کیلئے اُن سے چندہ طلب کیا گیا، تو
اُنھون نے صاف انکار کر دیا، حالانکہ بجنور مین اُنھون نے کئی مسجدون
کی تعمیر اور مرمت کرائی تھی اور اپنے پاس سے بھی روپیہ صرف کیا تھا کہین
اُن کی داد دہش کے آگے حاتم کی فیاضی ہیچ معلوم ہوتی تھی، اور کہین
اُن کی کفایت شعاری اور جزرسی پر حد سے زیادہ تعجب ہوتا تھا۔ سرسید
کی کَل مذہب کے ہاتھ مین تھی۔ مذہب جہان چاہتا تھا اُن سے خرچ کراتا
تھا اور جہان چاہتا تھا اُن کا ہاتھ روک دیتا تھا۔

سرسیّد کی ملکی خدمات اور اُن کے نتائج

۱۔ سرکاری خدمات | سرسیّد کی سرکاری خدمات اُن کی تمام ترقیات کی اصلی
سیڑھی اور اُن کے تمام کارنامون کا ایک زبردست آلہ تھین۔ سرسیّد کو
گورنمنٹ کی خیرخواہی اور حسن خدمت کی بدولت اور قوم کی بھلائی کرنے مین

بے انتہا مدد پہنچی ہے۔

جس زمانہ مین سر سید نے انگریزی نوکری اختیار کی، اُسوقت دلّی اور اُسکے نواح کے مسلمان انگریزی نوکری اور انگریزی تعلیم سے متنفر تھے۔ خصوصاً قلعۂ دہلی کے متوسل خاندان تو انگریزی نوکری کا خواب بھی کبھی نہ دیکھتے ہونگے۔ اُن مین کام سیکھنے کا مادہ تھا، اسلیے جس عہدے پر اُن کا تقرر ہوا، اُس عہدہ کی اہلیت فوراً پیدا کرلی۔ جب وہ آگرہ کی کمشنری مین نائب مقرر ہوئے تو اُنھون نے بہت جلد قوانین مالی سے واقفیت پیدا کرلی، اور ترتیب دفتر کا ایک دستور العمل بنایا جس کے مطابق کمشنری کا تمام دفتر مرتب کیا گیا۔ پھر عدالت منصفی کے متعلق قوانین کا خلاصہ تیار کیا جس پر اُن کے لئے عہدۂ منصفی کی سفارش کی گئی۔

حسن خدمت — اُنھون نے اپنے تمام زمانۂ ملازمت مین اس قاعدہ کو ہمیشہ نصب العین رکھا کہ جو کام سرکار کی طرف سے اُن کو تفویض ہوا، اُسکے متعلق کافی واقفیت بہم پہنچائی اور اُسکے فرائض بڑے بڑے تجربہ کار آدمیون کی طرح سرانجام کئے۔ یہان تک کہ ملازمت کا زمانہ ختم ہونیکے بعد بھی جتنے کام گورنمنٹ نے اُن سے لینا چاہے، اُن کو کمال جانفشانی اور محنت کے ساتھ انجام دیا۔ کوئی کام بیگاریون کی طرح نہین کیا۔ اُن کے افسر ہمیشہ اُن کے مدّاح اور شکرگزار رہے۔

بے غرضی | سرسید نے کبھی اپنی ترقی یا کسی خدمت کے صلہ کی صراحتًا یا کنایتًا اپنے افسرون سے درخواست نہین کی۔ ۱۸۸۸ء مین جب اُن کو علیگڈھ مین کے سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا تو کلکٹر ضلع نے اپنی تقریر مین کہا تھا کہ "۔۔۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے واسطے کبھی کچھ نہین چاہا بلکہ ہر چیز اپنے ملک کے واسطے چاہی۔۔۔" مسٹر آرنلڈ نے سرسید کی وفات پر لاہور کے ماتمی جلسہ مین کہا تھا کہ "گورنمنٹ کی طرف سے جو اعزاز یا خطاب اُنکو ملا وہ ہمیشہ بے طلب ملا، اور مین آجتک کسی ایسے شخص سے نہین ملا جو اُن سے زیادہ شریفانہ زندگی بسر کرنیوالا اور اُن سے زیادہ بے لاگ اور بے غرض ہو۔"

دیانتداری | دیانتداری کی صفت اُن کی تمام پبلک سروس مین ایسی نمایان رہی ہے جیسے آفتاب مین روشنی۔ وہ محض اپنی طبیعت کے ہی اقتضا سے کوئی کام دیانت داری کے خلاف نہین کر سکتے تھے۔ اُن کے تدین کی ایسی خوفناک صورت تھی کہ اہل مقدمہ نے اثنائے تحقیقات مین اُن سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ جھوٹے مقدمے بنانیوالے اور جھوٹی گواہیان دینے والے اُن کے نام سے کانپتے تھے۔ بنارس کے جج نے اپنی سالانہ رپورٹ مین لکھا تھا کہ "شہر اور ضلع بنارس کو سید احمد خان ایک ایسا شخص ملا ہے جس پر وہ نہایت اعتماد رکھتے ہین اور جس کو فریب یا دھوکہ نہین دے سکتے۔" ٹامس مٹکاف صاحب، رزیڈنٹ و کمشنر دہلی کی چھٹی مورخہ ۱۲؍ جولائی ۱۸۵۳ء

مین سر سید کے متعلق لکھتے ہین کہ "۔۔۔۔ مین اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ ایمانداری اور لیاقت مین وہ بہت اعلیٰ درجہ کا کیرکٹر رکھتے ہین"

اس باب مین سر سید کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ جب تک اُنھون نے پنشن نہین لی اپنے دوستون کے سوا کسی سے چندہ طلب نہین کیا۔

آزادی | سر سید نے اُس دربار کے سایہ مین پرورش پائی تھی جہان آزادی کے پر جلتے تھے، اور خوشامد کا بازار گرم تھا۔ یورپین حکام اور افسرون مین بھی ایشائی طرز حکومت کی تمام خاصیتین موجود تھین ہندوستان مین آکر وہ بھی خوشامد پسند بنجاتے تھے۔ اسکے باوجود سر سید کا برتاؤ اپنے افسرون سے نہایت آزادانہ رہا۔ وہ اپنے افسرون کا ادب اور تعظیم اور کار سرکار مین اُن کی اطاعت ہمیشہ کرتے تھے، مگر اُن کا بیجا دباؤ کبھی نہین مانا، اور بیموقع کبھی اُن کی ہان مین ہان نہین ملائی۔

۱۸۵۰ء مین جبکہ وہ پہلی بار صدر امین ہو کر رہتک گئے، اُسوقت رہتک مین بڑی کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ قائم مقام مجسٹریٹ نے سابق صدر امین پر بیشمار مقدمے بداعمالی اور رشوت ستانی کے دائر کر رکھے تھے۔ مخبری کا بازار گرم تھا اور مخبری کرنیوالون سے سب لوگ ڈرتے تھے۔ لیکن سر سید نے کئی کام صاحب مجسٹریٹ کی مرضی کے بالکل برخلاف کئے اور کبھی اُن کا

دباؤ نہین مانا۔ قصبہ رہتک کا نمبردار ہابر خان جو مجسٹریٹ کا بڑا مقرب تھا اور سابق صدر امین کے برخلاف اُن کو بہت مدد دی تھی، اُسنے کسی دیوانی کے مقدمہ مین سرسیدؔ کے اجلاس مین جھوٹی گواہی دی۔ اُنھون نے فوراً اسکو ماخوذ کیا۔ ہرچند مجسٹریٹ نے اُسکی رہائی کیلئے سفارش کی مگر اُنھون نے ایک نہ مانی اور اُسکو دورہ سپرد کر دیا جہان سے اُسکو تین برس کی قید کا حکم ہوا۔ ایسے ہی اور بھی کئی واقعات رہتک مین رونما ہوئے لیکن اُنھون نے اپنی آن کو کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا اور اپنے فرائض منصبی نہایت آزادی اور دلیری سے ادا کرتے رہے۔

بے تعصبی اور انصاف سرسیدؔ نے اپنی تمام ملازمت کا زمانہ جس بے تعصبی اور کشادہ دلی سے بسر کیا اُسکی مثال اگر نایاب نہین تو کمیاب ضرور ہے۔ اُنھون نے عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر ہر قوم اور ہر مذہب کے آدمی کو ہمیشہ ایک نظر سے دیکھا۔ "تاریخ سرکشی بجنور" مین سرسیدؔ نے جہان ہندو چودھریون کا حال لکھا ہے اُس سے اُن کی غایت درجہ کی بے تعصبی ظاہر ہوتی ہے۔ اُنھون نے واقعات کے بیان کرنے مین مذہبی یا قومی تعصبات سے مطلق کام نہین لیا۔ جب وہ ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بنارس سے روانہ ہونے کو تھے تو اُن کو ایک الوداعی اڈریس دیا گیا جس مین اُن کی سرکاری، ملکی اور قومی خدمات کے علاوہ اُن کے بے لاگ انصاف اور

بے تعصبانہ فیصلون کی نہایت تعریف تھی۔ راجہ جے کشن داس صاحب رسالہ" لائل محمڈنز آف انڈیا" کو دیکھکر سر سیّد کی طرف سے بدظن تھے اور اُن کو سخت متعصب مسلمان خیال کرنے لگے تھے، مگر مراد آباد کے محتاج خانے مین ہر مذہب اور ہر ملّت کے ادنیٰ ادنیٰ کنگلون کی خدمتگذاری مین اُن کو دیوانہ وار سرگرم دیکھکر اُن کی بے تعصبی کے دل سے قائل ہو گئے۔

وفاداری | زمانۂ غدر مین جس خلوص اور سچائی کے ساتھ سر سیّد نے گورنمنٹ سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا، اُس کی کیفیت پہلے حصہ مین بیان ہو چکی ہے ۱۸۸۰ء مین جب سر جان اسٹریچی ہندوستان سے رخصت ہونے لگے تو محمڈن کالج کمیٹی کے ایڈرس کے جواب مین سر سید کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "کسی شخص نے اُس سے زیادہ شریفانہ طور پر دلیری اور وفاداری کا ثبوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ نہین دیا جیسا کہ ۵۷ء مین اُنھون نے (سید احمد خان) دیا۔ مین کوئی لفظ ایسا نہین استعمال کر سکتا جس سے اُن کی جان نثاری کا کافی طور پر اظہار ہو سکے"۔ مسٹر شکسپیئر نے اپنی رپورٹ مین اقرار کیا تھا کہ" اگر صدر امین (سید احمد خان) بیچ مین واسطہ نہ ہوتے تو ہماری جانین نواب محمود خان کی شکار ہو جاتین"۔

فیصلے | ایڈمنسٹریشن رپورٹ ۱۸۶۷ء مین صاحب جج بنارس نے سر سیّد کی نسبت لکھا تھا کہ" وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے مین نہایت

باقاعدہ اور اُن کی طرف متوجہ رہنے والا ہے۔ اُس کے فیصلے نہایت احتیاط اور غور سے کئے ہوئے ہوتے ہین۔ وہ مقدمہ کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک جانب پر اس طرح غور کرتا ہے کہ عدالت اپیل کے فیصلے کیواسطے کچھ باقی نہین رہتا۔ اُن کے اس بہت بڑے تجربے سے مین نے خود بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔"

ہائیکورٹ کے ججون نے سر سید کی درخواستِ پنشن گورنمنٹ مین بھیجتے وقت حسب ذیل رپورٹ کی تھی:" سید احمد خان کے اوصاف اور قابلیت ہز آنر پر بخوبی روشن ہین، مگر یہ عدالت اُن کی ذہانت محنت، قابلیت، اور ہوشیاری کی بلند اور بے داغ شہرت کو بطور شہادت کے درج کر دینا چاہتی ہے، اور نیز اُس نقصان پر افسوس ظاہر کرنا چاہتی ہے جو پبلک سروس کو اُن کی کنارہ کشی سے پہنچے گا۔" اس رپورٹ کے جواب مین خود نواب لفٹننٹ گورنر نے سر سید کی اُس قابلیت اور ہوشیاری کا اعتراف کیا ہے جو پبلک سروس مین اُن کے امتیاز کا باعث رہی ہو۔

استحقاق | کتاب "رُولرز آف دی انڈین ایمپائر" مین سر سید کو ارکانِ سلطنت ہندوستان مین سے ایک رکن شمار کیا گیا ہے۔ اُن کی ممبری کونسل کے زمانے کی طرف اشارہ کرکے لکھا ہے کہ:" اُن طریقون

مین سے جو لارڈ لٹن نے ہندوستانیون کو عزت اور ذمہ داری کے مناصب پر ترقی دینے کیلئے اختیار کئے تھے کوئی طریقہ ازروئے استحقاق اسقدر ہر دلعزیز نہین ہوا جیسا کہ شائستہ مسلمانون کے اس واجب التعظیم لیڈر (سید احمد خان) کا لیجسلیٹو کونسل مین مقرر ہونا ہوا ہے۔ اس اعزاز کو ہندو اور مسلمانون نے مساوی طور پر سید احمد خان کی دیانتداری، بے غرضانہ اور شریفانہ برتاؤ۔ اور اُن کی قابلیتون کا صلہ تسلیم کیا ہے۔"

پولٹیکل خدمات | سر سید نے سیاسی دنیا مین بھی نمایان خدمات انجام دی ہین۔ مسٹر بی، جی کین، ممبر پارلیمنٹ نے سر سید کی نسبت اپنی رائے ایک انگریزی اخبار مین یہ ظاہر کی تھی کہ "سید احمد خان ٹھیک اس قسم کا آدمی ہے جسکو ہندوستان کا ایک انگریز منتظم اپنے ساتھ رکھنے کی خاص کر مشکل اور خطرہ کے وقت مین کرے گا۔ وہ تاج برطانیہ کا خیرخواہ اور دوست ہے، مگر بایںہمہ وہ انگریزی گورنمنٹ کے نقصون سے بھی بخوبی واقف ہی" سر آکلینڈ کالون نے کسی موقع پر کہا تھا کہ "کسی زندہ شخص نے عام اس سے کہ وہ انگریز ہو یا ہندوستانی، برٹش گورنمنٹ کے استحکام سلطنت ہندوستان کے بارے مین اسقدر کوشش نہین کی جتنی کہ سر سید نے کی ہے۔"

رسالہ اسباب بغاوت | رسالہ اسباب بغاوت سر سید کی اُن جلیل القدر

خدمات مین سے ہے جن سے وہ ارکان سلطنت مین شمار کئے جانے کے مستحق ہین۔ گورنمنٹ نے سر سید کی بہت سی تجویزون کے موافق عملدر آمد اور اکثر شکایتون کا تدارک کیا۔ مثلاً سر سید نے کتاب مذکور مین بغاوت کا اصلی سبب یہ قرار دیا تھا کہ ہندوستانیون کو قانونی کونسل مین شریک نہین کیا جاتا۔ ۱۸۶۰ء مین یہ کتاب گورنمنٹ مین پیش ہوئی اور ۱۸۶۱ء مین کئی ہندوستانیون کو کونسل کی ممبری کیلئے نامزد کیا گیا۔ کتاب مذکور مین یہ بھی شکایت کی گئی تھی کہ ہندوستانیون کو بڑے بڑے ذمہ داریون کے عہدہ پر مقرر نہین کیا جاتا۔ اس شکایت کا دفعیہ بھی بہت جلد ہوا یعنی ۱۸۶۲ء مین پنڈت شمبھوناتھ کو کلکتہ ہائی کورٹ کا جج بنایا گیا اور اسکے بعد رفتہ رفتہ اکثر اعلی عہدے جو کبھی ہندوستانیون کو نصیب نہین ہوئے تھے، ملنے لگے۔

۲۔ ملکی وقومی خدمات | سر سید کے واقعاتِ زندگی سے واضح ہوتا ہے کہ اُن مین ہمدردی کا مادہ اور بیرونی اسباب سے منفعل ہونے کی قابلیت معمولی آدمیون سے کہین زیادہ تھی۔ محبت اُن کی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اُس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اُنھون نے اس اُجڑے دیار کے پرانے کھنڈرون اور قدیم یادگارون کی تحقیقات مین بے انتہا مشقتین اُٹھائین۔ اُن کے یہ معمولی کام اُسی معمولی طلائی زنجیر کی

ابتدائی کڑیاں تھیں جو زمانۂ مستقبل مین اُن کی ملکی اور قومی خدمات سے ترتیب پانیوالے تھی۔ اُن کی عملی قوت کا یہ حال تھا کہ وہ ہمیشہ کسی بڑے کام کی تلاش مین رہتے تھے۔

خارجی اسباب سے متاثر ہونا

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ نے سرسید کو اپنے طبقہ کی سطح سے بالاتر کر دیا۔ دلی، مراد آباد، اور بجنور کے مسلمان خاندانون کی تباہی اور بربادی دیکھکر جس جوش کے ساتھ ہمدردی کی لہر اُن کے دل مین اُٹھی وہ فی الواقع حیرت انگیز تھی۔ جو مسلمان غدر کی روندن مین آچکے تھے اور جو خاندان بگڑ چکے تھے اُن کو مدد پہنچانا امکان سے خارج تھا۔ اب اُن کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اُن کو غدر کے آیندہ خوفناک نتائج سے کیونکر بچایا جائے۔ تمام آثار اس بات پر گواہی دیتے تھے کہ اب مسلمانون کا ہندوستان مین عزت و اعتبار کے ساتھ رہنا غیر ممکن ہے۔ گورنمنٹ تمام ہندوستان کے مسلمانون سے بدگمان ہو چکی تھی۔ اوّل اوّل تو سرسیدؔ کا جی چھوٹ گیا تھا، مگر آخر کار اُنکو قوم کی آگ مین کودنا پڑا۔

مدرسۂ مراد آباد

غالباً اُسی زمانہ مین اُن کو یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ جبتک ہندوستان مین مغربی طریقۂ تعلیم عام نہ ہوگا۔ اُسوقت تک رعایا اور گورنمنٹ کے تعلقات خوشگوار نہ ہون گے۔ چنانچہ مراد آباد

آستے رہی اُنھون نے ایک اسکول قائم کیا، جسکو تعلیم کے میدان مین اُنکا پہلا قدم کہنا چاہیئے۔ اُس کے ساتھ اُنھون نے گورنمنٹ کو بھی مشورہ دیا کہ ہندوستان کی بھلائی اسی مین مضمر ہے کہ اسکو انگریزی زبان کی تعلیم دیجائے۔ رسالہ اسباب بغاوت کے ذریعہ سے بھی ہندوستانیون کے مطالبات گورنمنٹ پر ظاہر کیے۔

انتظام قحط اور یتیمون کی حفاظت | اُسی ہمدردی کے جوش مین جو اُنکے دل مین موجزن تھا، اُنھون نے صاحب کلکٹر ضلع مرادآباد سے درخواست کر کے قحط کا انتظام اپنے سر لیا۔ اور حتی الوسع ہندو مسلمان یتیم بچون کو مشنریون کے ہاتھ سے بچانے کی کوشش کی۔

غلط فہمیون کا ازالہ | اُسی زمانہ مین جب مسلمانون کے خلاف انگریزی اخبارات مین بوچھار ہونے لگی تو اُنھون نے انگریزی اور اُردو مین ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جس کا نام لائل محمڈنز آف انڈیا رکھا۔ اس رسالہ مین مسلمانون کی اُن خدمات کا تفصیلی بیان درج ہوتا تھا جنھون نے وقت پر گورنمنٹ اور انگریزون کا ساتھ دیا تھا۔ اُسی زمانہ مین کسی مسلمان کو اس جرم مین سزا دی گئی تھی کہ اُس نے انگریزون کو نصاریٰ کہا تھا۔ سر سیدؔ نے ایک رسالہ لکھکر شائع کیا جسمین ثابت کیا تھا کہ قرآن کی رو سے انگریزون کے لئے کوئی اور لقب اس سے زیادہ

معترز نہین۔ اسی سلسلہ مین یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ اسی نقطۂ خیال سے اُنھون نے بائبل کی تفسیر لکھنا شروع کی جس کی صرف دو جلدین چھپکر رہ گیئن۔

سائینٹفک سوسائٹی | غازی پور پہنچنے پر اُنھون نے سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی تاکہ اہل وطن مین مغربی لٹریچر اور مغربی علوم کا مذاق پیدا کیا جائے۔ سوسائٹی مین ہندو، مسلمان، انگریز، تینون قومون کے لوگ شریک تھے۔ سوسائٹی کے اخبار نے تمام دیسی اخبارون کا رنگ بدل دیا۔ اُس کی دیکھا دیکھی یہ بھی کام کی چیزین چھاپنے لگے۔

ادب اُردو کی ترقی | سوسائٹی کی تحریک پر گورنمنٹ نے وعدہ کیا تھا کہ جو کتابین دیسی زبان مین تصنیف و تالیف یا ترجمہ کی جائین گی، اُن مین گورنمنٹ ضرور امداد دیگی۔ چنانچہ اسی تحریک کا یہ نتیجہ تھا کہ مقامی گورنمنٹ نے ایک انعامی اشتہار جاری کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک دیسی زبانون کی تصنیفات سے مالامال ہو گیا۔ انعام سے خواہ تھوڑے ہی لوگ مستفید ہون تاہم اس اشتہار نے اُس گروہ کو برقا دیا جو تصنیف و تالیف کی قابلیت رکھنے کے باوجود اس قابلیت سے کام لینا نہ جانتا تھا۔

غازی پور کا مدرسہ | سوسائٹی قائم کرنے کے بعد سر سید نے ۱۸۶۴ء مین غازی پور مین محض قومی چندہ سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ

ابتک وکٹوریہ ہائی اسکول کے نام سے قائم ہے۔

برٹش ایسوسی ایشن پھر ۱۸۶۶ء مین سرسید نے علیگڈھ مین برٹش ایسوسی ایشن قائم کی۔ مقصد اس ایسوسی ایشن کا یہ تھا کہ باشندگان ہند اپنے حقوق کی خواہش اور اپنی شکایتون کے اظہار کیلئے براہ راست پارلیمنٹ اور حکومت ہند سے تعلق پیدا کرین۔ آگے چل کر اسی ایسوسی ایشن نے نیشنل کانگریس کی جون لی۔

ہومیوپیتھک علاج کی تائید ۱۸۶۸ء مین سرسید کو یہ خیال ہوا کہ ہومیوپیتھک سے زیادہ کوئی طریقہ علاج ملک کیلئے مفید نہین۔ اُنھون نے اس طریقۂ علاج کی حمایت اور ترویج و اشاعت مین کوشش کی۔ ایک ہومیوپیتھک شفاخانہ جاری کیا اور اس طریقۂ علاج پر لکچر دیئے۔ ایک رسالہ بھی شائع کیا۔

تعلیمی کمیٹیان ۱۸۶۸ء مین سرسید کی سلسلہ جنبانی سے اضلاع شمال مغرب مین تعلیمی کمیٹیان مقرر کی گیئن، جن مین ہر ضلع کے زمیندارون کو تعلیم کے انتظام، نگرانی اور اخراجات پر بحث اور گفتگو کرنے کا اختیار دیا گیا۔

اردو زبان کی حمایت سرسید نے قیام بنارس کے دوران مین اُردو زبان اور فارسی رسم الخط کی حمایت مین بے انتہا کوشش کی جس کا یہ نتیجہ

ہوا کہ شمالی ہندوستان کے سرکاری دفترون مین اُردو زبان بدستور جاری اور قائم رہی۔

مسلمانون اور انگریزون مین میل جول

بنارس ہی مین سرسید نے احکام طعام اہل کتاب پر ایک رسالہ شائع کیا، تاکہ مسلمان جو محض رسم و رواج کی وجہ سے انگریزون کے ساتھ کھانا کھانے سے نفرت کرتے ہین اُن کی یہ جھجک اور رکاوٹ جاتی رہے اور اُن کو حکمران قوم کے ساتھ زیادہ میل جول کا موقع ملے۔ اس رسالہ کے علاوہ سرسید نے اور ذرائع سے بھی انگریزون اور مسلمانون مین موانست پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسی موضوع پر اُنھون نے تہذیب الاخلاق اور انسٹی ٹیوٹ گزٹ مین بہت سے مضامین لکھے، اور تقریرون مین بھی اس موضوع کو نظر انداز یا فراموش نہین کیا۔

یوروپین افسرون سے جھگڑا

ڈرمنڈ صاحب کی گورنری کے زمانہ مین آگرہ مین ایک بہت بڑی نمائش ہوئی تھی۔ سرسید بھی اسکی منتظم کمیٹی کے ممبر تھے۔ تمام ممبرون کو یکسان اختیارات دیئے گئے تھے، نسلی امتیاز کو جگہ نہ دی گئی تھی۔ نمائش کے آخری دن دربار ہونیوالا تھا جس کا انتظام کلکٹر ضلع آگرہ کے سپرد تھا۔ صاحب کلکٹر نے نشستین قائم کرنے مین نسلی امتیاز کو برقرار رکھا۔ دربار سے ایک دن قبل سرسید کو اسکی کیفیت

معلوم ہوئی تو بیچین ہو گئے۔ صدر بورڈ کے حاکم اعلیٰ نے بھی اس امتیاز کو قائم و برقرار رہنے پر زور دیا۔ سرسید کو بہت کوفت ہوئی۔ وہ دربار مین شریک نہین ہوئے۔ خود نواب لفٹننٹ گورنر نے بھی دربار کی ترتیب و انتظام کو ناپسند کیا۔ سرسید سے گورنمنٹ نے جواب طلب کیا کہ دربار مین کیون شریک نہین ہوئے، اور بلا اجازت علیگڈھ کیون چلے آئے ؟ سرسید نے اپنے جواب مین دربار مین شریک ہونیکی معافی چاہی۔ الغرض سرسید کو انگریزون کی طرف سے ہندوستانیون کی ذلت پسند نہین تھی۔

ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو سرسید نے مسلمانون کی ایک اور عظیم الشان خدمت کی ہے، خصوصاً وہابی مسلمانون کی جس کے شکر سے وہ کبھی عہدہ برآ نہین ہو سکتے۔ وہ خدمت ہے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا ریویو جو انھون نے ۱۸۷۱ء مین بمقام بنارس لکھا تھا۔ اس ریویو مین اُنھون نے اپنے وہابی ہونے کا اقرار کیا تھا، لہذا انگریزون کی بدگمانی وہابیون کی نسبت بالکل جاتی رہی۔

ولایت مین مسلمانون کی خیر خواہی ولایت کا سفر سرسید نے ۱۸۶۹ء مین کیا۔ سترہ مہینے اُنھون نے لندن مین بسر کئے اور جن مشغلون اور جن منصوبون مین یہ زمانہ گذرا، اُن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس دورِ دراز

سفر کا نشا قوم کی خیر خواہی اور اسلام کی حمایت کے جوش کے سوا کچھ نہ تھا۔
ولایت سے جو مضامین اُنھون نے سوسائٹی کے اخبار کو بھیجے اور جو خطوط
سیّد مہدی علی خان کو لکھے اُن سے صاف پایا جاتا ہے کہ ایک شخص
قوم کے سوز مین انگارون پر لوٹ رہا ہے۔ کسی مضمون یا خط مین اسلام
اور مسلمانون کا دُکھڑا رونے کے سوا کوئی اور بات نہین۔

مسلمانون مین انگریزی تعلیم پھیلانے کی تدبیرین

بالآخر سر سیّد کے تمام منصوبے
اس رائے پر آکر ختم ہو گئے کہ چل کر قوم کی تعلیم کیلئے ایک محمڈن کالج
یا محمڈن یونیورسٹی قائم کی جائے۔ ولایت ہی مین اُنھون نے ایک پمفلٹ
لکھا جسمین ہندوستان کی موجودہ تعلیم کے نقائص بیان کئے تھے۔
اور وہ صورت بھی بتائی تھی جس کے ذریعہ سے اصلاح ہو سکتی ہے۔ اسی سلسلے
مین اُنھون نے خود جا کر کیمبرج یونیورسٹی کو دیکھا، پھر مسلمانون
اور گورنمنٹ کی اطلاع کے لئے ایک اشتہار بھی چھپوا کر سیّد مہدی علی
خان کے نام ہندوستان بھیجا، اور ہندوستان واپس آکر
باقاعدہ اور نہایت دانشمندانہ طریقے سے اُس منصوبے کو پورا
کرنے پر کمر باندھی جو اُن کی سالہا سال کی غور و فکر کا آخری
نتیجہ تھا۔

سب سے پہلے اُنھون نے انجمن خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی،

جس کی کوششون سے مدرسۃ العلوم قائم ہو گیا۔ پھر قوم کو بیدار اور تعلیم کی طرف مائل کرنے کیلئے "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ "تہذیب الاخلاق" نے وہ اسلوب اختیار کیا تھا کہ موافق اور مخالف دونون فریق ہمہ تن اُس کی طرف متوجہ ہو گئے اور قوم کو دونون ہی سے فائدہ پہنچا۔

مدارس اسلامیہ کا قائم ہونا

جیسے جیسے تہذیب الاخلاق لوگون کو مدرسۃ العلوم کی طرف بُلاتا تھا، اور انگریزی تعلیم کی ضرورتین اُن کے ذہن نشین کرتا تھا، ویسے ویسے مسلمانون مین مدارس اسلامیہ قائم کرنے کا جوش بڑہتا جاتا تھا۔ بیشمار اسلامی مدارس ہندوستان مین قائم ہو گئے۔ اسطرح سرسید کی چیخ و پکار نے اپنے مخالفون مین بھی وہ اسپرٹ پیدا کر دی جس پر قومی ترقی کا دار و مدار ہے۔ تہذیب الاخلاق کے ذریعے بعض اہم مسائل پر روشنی پڑی۔ اُس نے مسلمانون مین یہ خیال پیدا کیا کہ یورپ کے مصنفین نے جو غلطیاں اسلام کی حقیقت ظاہر کرنے، یا اسلام کی تاریخ لکھنے مین کی ہین، اُن کو رفع کیا جائے۔ "تہذیب الاخلاق" نے تعصبات کو بہت کم کر دیا۔ تقلید کی بندشین ڈھیلی کر دین، توکل، قناعت، اور تقدیر کے حقیقی مفہوم سے مسلمانون کو مطلع کیا۔ لاکھون کے خیالات بدل گئے اور تدبیر و کوشش کی طرف اُن کا رُخ پھیر دیا۔ خود اعتمادی کا سبق اُن کے ذہن نشین کیا۔ اُن مین قومیت کا

جذبہ پیدا کیا۔

"تہذیب الاخلاق" سے اُردو لٹریچر کو بہت فائدہ پہنچا۔ ہر قسم کے معاشرتی، اخلاقی، اور مذہبی مضامین جس سادگی اور لطافت اور شائستگی کے ساتھ اس پرچے مین لکھے گئے، اُردو پرچون مین اس کی نظیر نہین مل سکتی۔ اُس کی ذات سے مذہبی لٹریچر مین بھی آزادی پیدا ہوئی۔ اُردو شاعری نے بھی اُس کی تحریک سے کروٹ بدلی مبالغہ اور جھوٹ کی جگہ حقائق سے کام لیا جانے لگا۔

محمڈن کالج سرسید کی سب سے بڑی ملکی اور قومی خدمت مدرستہ العلوم کا قائم کرنا ہے۔ اس سے قبل مسلمانون مین انگریزی تعلیم بہت کم تھی۔ لیکن مدرستہ العلوم نے شمالی ہندوستان کے مسلمانون مین تعلیم کا شوق پیدا کر دیا، اور اُسکے اثر سے اُن مین ولایت کی تعلیم کا خیال بھی پیدا ہوا۔ کالج کا ایک اثر اور بھی ہوا۔ شمالی ہندوستان کے ہندوٴن مین بھی قومی تعلیم کا جوش حد سے زیادہ پیدا ہو گیا اور اُنھون نے قومی چندہ سے متعدد کالج کھول لیئے۔ مدرستہ العلوم کا اثر ہندوستان کے تمام حصّون اور تمام صوبون تک پہنچا ہے۔ چنانچہ اس کی ریس سے متعدد کالج اور بیشمار اسکول مسلمانون نے بھی کھول لئے۔ تعلیم مین ترقی کی تو مسلمانون کیلئے بھی سرکاری ملازمتون کا دروازہ کھُل گیا۔

سرسید نے مدرسۃ العلوم مین چند نمایان خصوصیات پیدا کین جو ابتک قائم ہین مثلاً قومیت کا خیال، ریاضت جسمانی، وقت کا خیال، اطاعت کی مشق، قومی لباس کا خیال، مذہبی تعلیم وغیرہ کالج اور بورڈنگ مین متعدد سوسائٹیان قائم ہین جن مین طلبار کو مباحث اور مناظرون کے ذریعہ سے پبلک لائف کیلئے تیار کیا جاتا ہے۔

ترقی تعلیم کی دیگر تدبیرین | سرسید نے محمڈن کالج قائم کرنے اور اُسمین تعلیم و تربیت کا سامان مہیا کرنے ہی پر قناعت نہین کی بلکہ یونیورسٹی کے طریقہ تعلیم کی اصلاح اور ہائی ایجوکیشن کی ضرورت پر ہمیشہ زور دیتے رہے۔ ہندوستان کی یونیورسٹیون کے نظام تعلیم کو اُنھون نے ہمیشہ ہندوستانیون کے حق مین غیر مفید خیال کیا۔ اسلئے ہمیشہ وہ یونیورسٹیون کے نظام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ ۱۸۸۲ء مین انھون نے ایجوکیشن کمیشن مین شہادت دیتے وقت یونیورسٹی کے قواعد پر دل کھولکر اعتراض کئے اور اعلیٰ تعلیم کی ہمیشہ حمایت کی۔

پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت | لارڈ لٹن نے پنجاب کے بعض مقامات مین تقریرین کی تھین جن سے مشرقی علوم کی ترغیب و تحریص کی بو آتی تھی۔ اسکے بعد اہل پنجاب نے جو ایڈرس لارڈ رپن کو دئیے اور اُن کے جواب جو لارڈ موصوف نے دئیے اُن سے قومی احتمال تھا کہ پنجاب مین اعلیٰ تعلیم کا

نام ونشان باقی نہ رہے گا۔ سرسید نے اس تجویز کی مخالفت کی اور حد سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ پے در پے تین آرٹکل پنجاب یونیورسٹی کے خلاف لکھکر شائع کئے۔ تمام پنجاب مین غل پڑگیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے اکثر حامیون کی رائین بدل گئین۔ اس طرح پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل یونیورسٹی بنتے بنتے رہ گئی۔

الہ آباد یونیورسٹی کی مخالفت ۱۸۸۹ء مین الہ آباد یونیورسٹی اُسی اصول پر قائم ہونے لگی جس پر پنجاب یونیورسٹی کے قائم ہونے کا گمان تھا۔ جب سرسید کو معلوم ہوا کہ یہ یونیورسٹی بھی اسی غرض سے قائم ہونیوالی ہے کہ مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کو ترقی دے تو اُنھون نے اسی شدومد کیساتھ اسکی بھی مخالفت کی۔

ٹیکنکل تعلیم کی مخالفت اکثر اعلیٰ حکام اپنی تقریرون مین ٹیکنکل تعلیم کی ضرورت بیان کرتے تھے۔ سرسید کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ گورنمنٹ اعلیٰ یا لٹریری تعلیم کو موقوف کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ انھون نے اس تحریک کی بھی مخالفت کی۔ اُن کا خیال تھا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت کے لحاظ سے سردست ٹیکنکل تعلیم کی چندان ضرورت نہین بلکہ سب سے مقدم اعلیٰ درجہ کی دماغی تعلیم کی ضرورت ہے۔ وہ ٹیکنکل تعلیم کے مخالف نہ تھے بلکہ موجودہ طریقہ تعلیم مین کسی ایسی تبدیلی کے خلاف تھے جس سے ہماری اعلیٰ درجہ

کی لٹریری تعلیم مین خلل پیدا ہو۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سر سید نے مسلمانون کی ترقی تعلیم کے لئے جو تدبیرین اور کوششین کین اُن مین محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بھی شامل ہے۔ یہ کانفرنس ۱۸۸۶ء مین قائم ہوئی اور اپنی زندگی مین اُنھون نے اس کو نہایت کامیابی سے چلایا اور وہ تمام مرحلے طے کر دیئے جو ایسے کامون مین ابتدائً پیش آتے ہین۔ گویا آئندہ نسلون کے لئے راستہ بالکل صاف کر دیا۔

ترقی تعلیم کی ایک اور بھی تدبیر سر سید نے کی تھی جو پوری نہ ہو سکی اُنھون نے سول سروس کلاس اور سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن قائم کئے تھے تاکہ جو مسلمان اپنی اولاد کو ولایت کی تعلیم کے لئے تیار کرنا چاہین اُن کو محمڈن کالج مین ایک خاص طریقہ پر ابتدائی تعلیم دی جائے اور امتحان کے بعد جو لڑکے ولایت بھیجے جانے کے قابل سمجھے جائین اُن کو چندہ کے ذریعہ سے مدد دی جائے۔ یہ تجویز اگر چل جاتی تو مسلمانون کی ترقی تعلیم کے حق مین نہایت مفید ثابت ہوتی۔

نیشنل کانگرس کی مخالفت سر سید نے نیشنل کانگرس کی مخالفت ۱۸۸۷ء مین کی اور مسلمانون کو اسمین شریک ہونے سے باز رکھا۔ اُن کا خیال تھا کہ گورنمنٹ سے کچھ مانگنے سے پہلے ہمین مانگنے کا استحقاق پیدا کرنا چاہیئے اور جو

اصلاحیں گورنمنٹ کے اختیار مین ہین اُن کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہمین وہ اصلاحین خود کرنا چاہئیں جو ہمارے اختیار مین ہین۔ چنانچہ انھون نے اپنی تقریر مین لکھنؤ مین فرمایا تھا کہ "گورنمنٹ سے حقوق طلب کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اپنے تئین اُن حقوق کا مستحق بناؤ"۔

سرسید کی مذہبی خدمات

سرسید نے دین اسلام کی حمایت آخر دم تک انجام دی۔ اگرچہ اُنکی مذہبی خدمات کی کچھ زیادہ قدر نہین ہوئی، کیونکہ اکثر مسلمان اُن کی مذہبی تصنیفات کو مخرب اسلام جانتے ہین لیکن اُمید ہے کہ جیسے جیسے لوگ زمانہ کی ضرورتون سے واقف ہوتے جائین گے، سرسید کی مذہبی خدمات کی قدر مسلمانون مین روز بروز بڑہتی جائے گی۔

ہندوستان مین اسلام تین خطرون سے گھرا ہوا تھا:۔

(۱) مشنری اُسکی گھات مین لگے ہوئے تھے۔ اُن کی تقریرون اور تحریرون مین زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی، بہت سے مسلمان اُن کے دام مین آگئے۔ (۲) دوسرا خطرہ مسلمانون کی پولیٹیکل حالت سے علاقہ رکھتا تھا مسلمان انگریز قوم کی نگاہ مین کھٹکتے تھے۔ یورپ کی تمام عیسائی قومون مین اسلام کی نسبت غلط فہمیان پھیلی ہوئی تھین، اسلئے انگریز مسلمانون کو

امن و عافیت کا دشمن خیال کرتے تھے۔ (۳) تیسرا خطرہ اسلام کو انگریزی
تعلیم کی طرف سے تھا جسکو خود سرسید نے مسلمانون مین پھیلانے
کی کوشش کی۔

سرسید نے ان تینون خطرون کا مقابلہ کیا اور توقع سے زیادہ کامیابی
حاصل کی۔ اُنھون نے ان غلط فہمیون کو رفع کیا جو اسلام کی نسبت عیسائی
قومون مین پھیلی ہوئی تھین، اور جب دیکھا کہ انگریزی تعلیم سے کسی طرح
مسلمانون کو مفر نہین تو اپنی عمر کا ایک ثلث اسلام کو انگریزی تعلیم کے
مضر نتائج سے بچانے مین صرف کیا۔ انھون نے توریت و انجیل کی تفسیر
لکھنے کی بنیاد ڈالی۔ سر ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھا۔ خطبات احمدیہ
کے لئے مواد جمع کرنا شروع کیا، اور آخر کار بارہ خطبے لکھکر اور لندن مین
ایک لائق انگریز سے انگریزی مین ترجمہ کرا کے لندن ہی مین شائع کیا۔

خطبات احمدیہ | سرسید اس کتاب کے لکھنے کو مذہبی فرائض مین سب سے زیادہ اہم
اور ضروری خیال کرتے تھے۔ ایک خط مین سید مہدی علی خان کو لکھتے ہین کہ
"اگر میری یہ کتاب تیار ہو گئی تو مین لندن مین آنا دس حج کے برابر سمجھونگا"۔
بعض وجوہ کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ سرسید سے پہلے کسی مسلمان سے اسلام کی
ایسی خدمت بن نہین آئی۔ سرسید سے قبل بیشمار علمائے نے جو کتابین اسلام کی
حمایت اور اسلام کے مقابلہ مین لکھی ہین، اُن پر "خطبات احمدیہ" کو ترجیح ہے،

اور یہ ترجیح بلا وجہ نہین ہے۔ مثلاً (۱) سرسید سے پہلے دُنیا کے کسی مسلمان نے یورپ کا سفر محض اس غرض سے اختیار نہین کیا کہ اسلام کی حمایت کیلئے بڑے بڑے کتب خانون سے مواد جمع کرے، وہین بیٹھکر عیسائیون کی تردید اور اسلام کی تائید مین کتاب لکھے، اور وہان کی زبان مین اسکا ترجمہ کرائے اور وہین اسکو چھپواکر شائع کرے، اور اس طرح اسلام کی خوبیان اُن قومون تک پہنچائے جنھون نے تیرہ سو برس سے اسلام کی نسبت بُرائی کے سوا کبھی اور کوئی بات نہ سنی ہو، (۲) سرسید نے اس کتاب مین مناظرہ کے مخاصمانہ طریقہ کی جگہ ایک ایسا دوستانہ اور بے تعصّبانہ طریقہ اختیار کیا ہے جو کسی کو ناگوار نہین معلوم ہوتا۔ (۳) مشنری لوگ کتب سیر و احادیث کو غیر الہامی ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہین سمجھتے اور اسلام کے خلاف بالعموم عقلی دلائل پیش کرتے ہین۔ مگر سر ولیم میور نے اُن تمام روایتون کو جو حدیثون، تفسیرون، اور سیر کی کتابون مین مندرج ہین صحیح تسلیم کر کے آنحضرت کی تعلیم اور اخلاق وغیرہ پر نکتہ چینی کی تھی اور عقلی دلائل کے بجائے تاریخی شہادتین پیش کی تھین۔ سر ولیم میور نے نکتہ چینی کا ایسا طریقہ اختیار کیا تھا جو تعلیم یافتہ لوگون پر بہت زیادہ اثر کرنیوالا تھا۔ سرسیّد نے ان تمام مغالطون کو نہایت معقول اور دلنشین دلائل سے رفع کیا ہے۔ (۴) ''خطبات احمدیہ'' کی سب سے بڑی خصوصیت

جو اس کو اگلے علمار کی کتابون سے ممتاز ٹھہراتی ہے، یہ ہے کہ دیگر علمائے اسلام کے الزامی جوابات سے بہت کم تعرض کیا گیا ہے بلکہ ہر ایک اعتراض کا محققانہ جواب دیا گیا ہے۔

"خطبات احمدیہ" مین بارہ خطبے ہین :-

(۱) پہلے خطبے مین عرب کا نہایت مفصل تاریخی جغرافیہ بیان کیا گیا ہے جس سے مسلمانون کے بعض مسلمات کا اثبات ہوتا ہے جن کا سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین انکار کیا ہے۔

(۲) دوسرے خطبے مین عرب جاہلیت کی رسوم و عادات اور خیالات وعقائد بیان کئے ہین تاکہ لوگون کو اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ اسلام سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی۔

(۳) تیسرے خطبے مین اُن ادیان کا ذکر ہے جو اسلام سے قبل عرب مین شائع ہوئے تھے۔ اسی ضمن مین اس بات کا بھی بیان ہے کہ ان تمام ادیان مین اسلام کو کس دین سے زیادہ مشابہت ہے۔

(۴) چوتھے خطبے مین اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ اسلام انسان کے حق مین رحمت ہے اور اُس سے موسوی اور عیسوی مذہب کو نہایت فائدے پہنچے ہین۔

(۵) پانچوین خطبے مین مذہب اسلام کی روایت پر بحث ہے۔ روایت کی

اصلیت، اُس کی روح کی ابتدا۔ جھوٹی روایت کرنے کا امتناع، اسکی سزا، اختلاف روایات کے اسباب وغیرہ تمام باتین مفصل بیان کی گئی ہین۔

(۷) ساتوین خطبے مین قرآن مجید کے نزول اور اُس کے کامل اور الہامی ہونے پر بحث ہے۔ اسی ضمن مین سورتون اور آیتون کی ترتیب، اُسکی مختلف قرأتین، آیات ناسخ و منسوخ کی بحث، اس کے جمع ہونیکا زمانہ، اُسکی نقلون کی اشاعت وغیرہ امور بیان ہوئے ہین۔

(۸) آٹھوین خطبے مین خانۂ کعبہ کے حالات اور اُسکی تاریخی وجغرافی تحقیقات نیز مکہ معظمہ کی تمام تاریخ محققانہ طور سے مفصل بیان کی گئی ہے۔

(۹) خطبے مین آنحضرت کے نسب کی تحقیقات ہے۔ سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین آنحضرت صلعم کے بنی اسمٰعیل ہونے سے محض اسلئے انکار کیا ہے کہ آنحضرت کا نسب سیر کی کتابون مین صرف عدنان تک مسلسل بیان ہوا ہے۔ مگر عدنان کے بعد حضرت اسمٰعیل تک جتنی پشتین اہل سیر نے لکھی ہین، اُن مین اختلاف واقع ہوئے ہین۔ سر سید نے یورپین مصنفون کی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ اگر شجرے مین چند کرسیان مبہم ہون تو اس سے ایک ملکی اور قومی روایت کی صحت پر حرف نہین آتا۔

(۱۰) دسوین خطبے مین وہ بشارتین بیان کی گئی ہین جو توریت اور انجیل مین

آنحضرت صلعم کے نبی ہونے کی بابت مذکور ہین۔ اس سلسلے مین چھ بشارتین عہد عتیق سے اور تین بشارتین عہد جدید سے آنحضرت صلعم کی نسبت بیان کی ہین۔

(۱۱) گیارہوین خطبے مین معراج اور شق صدر کی حقیقت محققانہ طور سے بیان کی ہے اور اس باب مین جسقدر مختلف اور متناقص روائتین حدیث کی کتابون مین آئی ہین اُن کا اختلاف اور تناقص دکھایا ہے اور اسلئے جسقدر کہ قرآن مجید مین معراج کی نسبت بیان ہوا ہے، صرف اُسی پر معراج کے واقعہ کا انحصار رکھا ہے اور معراج کو رویا، پر محمول کیا ہے، جس کا ایک جزو شق صدر بھی تھا۔

(۱۲) بارہوین خطبے مین آنحضرت صلعم کی ولادت سے بارہ برس کی عمر تک کا حال بیان کیا ہے۔ اس خطبہ مین سر ولیم میور کی تعریضات کے مقابلہ مین بہت سے لطیف مباحث ہین۔

جان ڈیون پورٹ کی کتاب سرسید نے لندن مین جان ڈیون پورٹ کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن" کو جو عیسائیون کی تردید اور اسلام کی حمایت مین لکھی خود اپنے روپے سے چھپوایا اور اُسکی کئی سو جلدین ہندوستان بھجوائین۔ ہندوستان مین اس کتاب کے دو ترجمے ہوئے۔

گاڈفری ہنگنز کی کتاب کا ترجمہ گاڈفری ہنگنز نے ایک کتاب تائید اسلام

مین لکھی تھی جو نایاب تھی، سرسیدؔ نے اُس کا ایک نسخہ لندن مین ایک جرمن کباڑی سے دس گنی قیمت پر خریدا، اور ہندوستان پہنچکر "حمایت اسلام" کے نام سے اُس کا اردو ترجمہ شایع کرایا۔

رسالہ ابطال غلامی | ابطال غلامی کا مضمون بقدر ضرورت خطبات احمدیہ مین لکھا جا چکا تھا مگر ولایت سے آنیکے بعد سرسید نے اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ لکھا جو پہلے تہذیب الاخلاق مین باقساط شایع ہوا اور پھر اسکو کتاب کی صورت مین شایع کیا۔ اسمین سرسیدؔ نے رسم غلامی پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی ہے اور اُسکے محاسن دکھائے ہین۔ اور اس کے بعد یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید مین کہین غلام اور لونڈی بنانے کا حکم صریح نہین ہے۔

تفسیر القرآن | سرسیدؔ نے تفسیر القرآن کو جس اصول پر لکھنا شروع کیا تھا وہ نہایت دشوار تھا، تاہم سرسیدؔ نے اسکو ختم ہی کر کے چھوڑا۔ اس تفسیر کی چند خصوصیات یہ ہین:۔

(۱) قدیم مفسرون نے اپنی تفسیرون مین ہر قسم کی روایتین حسب موقع بیان کر دی ہین، اُن کی صحت پر توجہ نہ کی۔ سرسیدؔ نے اس کمی کو حتی المقدور پورا کیا۔ انھون نے ہر قصہ یا واقعہ کا جو قرآن مین مذکور ہوا ہے، اوّل بائبل مین سراغ لگایا ہے اور جو واقعات اسمین نہین ملے اُن کا

ثبوت اور ذریعون سے دیا ہے۔

(۲) اس تفسیر کی دوسری خصوصیت یہ ہو کہ جو اعتراضات زمانہ حال کے نکتہ چین مسلمانون کے اُن مسائل و معتقدات پر کرتے ہین جو اسلام کیساتھ مخصوص ہین، مثلاً جہاد، حج، حرمت ربا وغیرہ اُن پر جس صفائی کیساتھ اس تفسیر مین بحث کی گئی اُسکی نظیر قدیم تفسیرون مین نہین۔

(۳) تیسری خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہے کہ اسمین روایات کی طرف بہت کم رجوع کیا گیا ہے، حالانکہ قدیم تفسیرین روایتون اور قصون سے بھری ہوئی ہین۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہو کہ ہر آیت کی تفسیر کے متعلق تمام اقوال مختلفہ نقل کر کے ناظرین کے ذہن کو پریشان نہین کیا گیا بلکہ صرف قول راجح نقل کیا گیا ہے اور حسب ضرورت دیگر اقوال مین جو کمزوری یا ضعف نظر آیا اُسکو بھی بیان کر دیا ہے۔

(۵) سب سے بڑی خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہو کہ علوم جدیدہ کی تسلیم سے جو شبہات قرآن مجید کے بعض مضامین کی نسبت لوگون کے دل مین پیدا ہو سکتے تھے اُن کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تفسیر القرآن مین ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی گئی ہے اور صدہا مقامات مین جمہور مفسرین سے اختلاف کیا گیا ہے: اسلئے علمائے اسلام

کی طرف سے اسکی مخالفت ہونا لابدی تھا۔

ریفارمیشن اور اُسکا منشار

سرسید نے اپنی تصنیفات اور عام تحریرون اور پبلک تقریرون کے ذریعہ سے اور نیز خود مثال بن کر قوم کے پولیٹیکل اور سوشل خیالات اور خاص کر اُردو لٹریچر مین ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اس لیے اُن کو پولیٹیکل، سوشل، اور لٹریری ریفارمر کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ریفارمیشن سے اسجگہ ہماری مراد قوم کے مذہبی خیالات کی اصلاح ہے جو فی الواقع نہایت سخت دشوار کام تھا، اور جس کی وجہ سے اُس فدائے قوم کو کافر، دجّال، ملحد، اور مرتد سب کچھ کہا گیا۔

سرسید مسلمانون کی پولیٹیکل و سوشل حالت کی اصلاح کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ مسلمان مذہب کو دین و دنیا دونون کا رہبر سمجھتے ہین اور اُنکی پولیٹیکل حالت کو بہت کچھ اُن کے مذہب سے تعلق ہے اسلیے سرسیدؔ کو غدر ۵۷ء کے بعد سے اخیر دم تک برابر مذہبی مباحث مین مشغول رہنا پڑا۔ اگرچہ سرسید نے اپنی ریفارمیشن مین قدیم محققین کی اصلاحون سے بہت کم تجاوز کیا ہے، لیکن زمانہ حال کی ضروریات کے اقتضا سے قدیم اصلاحون مین خود بخود ایک قسم کی وسعت پیدا ہوگئی۔

بعض لوگون کا خیال تھا کہ سرسید اسلام مین ایک نیا فرقہ قائم کرنا اور

خود اس فرقہ کا سرگروہ بننا چاہتے ہین۔ لیکن یہ غلط ہو۔ وہ کسی فرقہ کا مذہبی پیشوا بننے کو اشتراک فی النبوۃ سمجھتے تھے۔ اُن کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ لوگ اُن کی پیروی کرین اور اُن کو اپنا مذہبی پیشوا جانین۔ اُن کی ریفارمیشن کا اصل مقصد مسلمانون کی دنیوی ترقی کے موانع کو دور کرنا اور عیسائی قومون کے اس اعتراض کو دفع کرنا تھا کہ اسلام ترقی اور شائستگی کے ساتھ جمع نہین ہوسکتا۔ اور چونکہ اس زمانہ مین مغربی تعلیم کے سوا کوئی ذریعہ دنیوی ترقی کا نہین ہے، اسلئے جو شبہات مغربی تعلیم سے اسلام کی نسبت پیدا ہونے ممکن تھے، اُن کو دفع کرنا بھی ضروری تھا۔ یہی دو مقصد تھے جن کیلئے سرسید کو مذہبی مباحث مین پڑنا اور بہت سی باتون مین جمہور سے اختلاف کرنا پڑا۔

مذہبی مسائل مین علمائے سلف سے اختلاف | سرسید نے بعض مسائل مین علمائے سلف سے اختلاف کیا ہو۔ یہ نہین کہا جاسکتا کہ کسی مختلف فیہ مسئلہ کی نسبت جو کچھ اُنھون نے لکھا ہے وہی صحیح ہے، لیکن چونکہ اُنھون نے موجودہ زمانے کی ضرورتون کے موافق ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے اسلئے سرسید کے اختلافات کو صرف اس نظر سے کہ وہ جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہین، ناقابل التفات نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ سرسید نے جو دلائل اختلافات پر قائم کئے ہین، اُن پر نہایت بے تعصبی

اور انصاف کیساتھ غور کرنا چاہیے۔

ریفارمیشن کی مخالفت | سر سید کے مذہبی خیالات کی نسبت اُسیوقت سے بدگمانی شروع ہو گئی تھی، جبکہ اُنھوں نے انگریزوں کے ساتھ کھانے سے پرہیز ترک کر دیا تھا۔ مگر جب اُنھوں نے "تبئین الکلام" کی پہلی جلد شائع کی تو اُس بدگمانی کو زیادہ ترقی ہوئی۔ پھر لندن جانے سے قبل اُنھوں نے ایک رسالہ احکام طعام اہل کتاب پر لکھ کر شائع کیا تو عموماً اُن کو "کرسٹان" کا خطاب دیا گیا۔ جب لندن جانے لگے تو کسی نے مشہور کیا کہ مکہ کے بدلے لندن کے حج کو جاتے ہیں اور کسی نے کہا کہ لندن جا کر ٹکسالی کرسٹان ہو کر آئینگے۔ اسی طرح اُن کو کافر اور مرتد بھی کہا گیا۔ لندن سے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ اضلاع شمال مغرب اور دہلی مین اس مضمون کے اشتہار جاری ہوئے ہین کہ کوئی مسلمان سید احمد خان سے نہ ملے، اور نہ اُن کے ساتھ کھاوے، اور جو ایسا کریگا وہ دائرۂ اسلام اور جماعت اہل اسلام سے خارج ہو جائے گا۔" چنانچہ بہت دن تک اکثر لوگ اُن کے ساتھ کھانے سے پرہیز کرتے رہے۔

تہذیب الاخلاق کے جاری ہوتے ہی جب کالج کے قائم کرنے کیلئے کوشش شروع ہوئی تو مخالفت کی گھٹا چارون طرف سے اُمنڈ گھمنڈ کر اُٹھی۔ بعض اخبارات نے اپنی گرم بازاری کے لئے مخالفون کی ہان مین ہان

علمائے، سرسید کو ملحد، لامذہب، کرسٹان، نیچری، دہریہ، کافر، دجال، اور کیا کیا خطاب دیئے گئے، اُن کے کفر کے فتوؤن پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویون سے مہرین اور دستخط کرائے گئے۔ یہان تک کہ جو لوگ سر سید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے، اُن کی بھی تکفیر ہونے لگی، حتی کہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، حرمین شریفین سے فتوے منگائے گئے۔ الغرض جب سر سید کے کفر و ارتداد اور واجب القتل ہونے کے فتوے اطراف ہندوستان مین شائع ہوئے تو اُن کی جان لینے کی دھمکیون کے گمنام خط اُن کے پاس آنے لگے۔ باوجود ان تمام مخالفتون کے جو مسلمانون کی طرف سے ہوتی تھین، سر سید نے اُن کے مقابلہ مین ابتدا سے جو خاموشی کا طریقہ اختیار کیا تھا، اُس کو ترک نہین کیا۔

سر سید کی کامیابی اور اُس کے اسباب

سر سید کی کامیابی کی نسبت یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اُنھون نے جتنے کام کئے وہ سب زمانے کے مقتضا کے موافق کئے، اس لئے زمانہ نے تائید کی۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ اُن کی کامیابی صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کوششین، استقلال، دانائی، اور راست بازی کے ساتھ کی جاتی ہین وہ زمانہ کے اقتضا پر غالب آ سکتی ہین۔ زمانہ کا تقاضا اور چیز ہے اور زمانے کا اقتضا اور چیز۔ بے شک زمانے کا تقاضا یہی تھا کہ مسلمان اپنی

حالت درست کرین، وقت کی ضرورتون کو سمجھین اور خواب غفلت سے بیدار ہون، مگر اسکا اقتضا بالکل اسکے برخلاف تھا، جب تک کوئی زبردست ہاتھ اسکی پشتی پر نہ ہو زمانے کا تقاضا کچھ نہین کر سکتا۔ ہمارے نزدیک سرسید کی کامیابی کا اصل سبب یہ تھا کہ اُن کی ذات مین وہ تمام خصلتین اور اخلاق بالطبع موجود تھے، جو ایک ریفارمر (مصلح قوم) کی ذات مین جمع ہونا ضرور ہین۔

اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ گورنمنٹ مین سرسید کا رسوخ و اعتبار تھا، اسلیئے انھین اپنے مقاصد مین کامیابی ہوئی۔ ایک حد تک یہ خیال صحیح ہے مگر اس رسوخ و اعتبار کی بدولت مدت تک سرسید کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیان رہین۔

سرسید کے کامون مین مدد اور اُن کے ارادون کو تقویت سب سے زیادہ اُن کے دوستون نے دی، جس کو اُن کی راست بازی اور خلوص کا نتیجہ کہنا چاہیئے۔ اُن کے بہت سے دوست ایسے بھی تھے جن کو قومی معاملات سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ بعض اُن کی کوششون پر ہنستے تھے اور اُن کی جدوجہد کو رائگان سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود ہر کام مین مدد دینے کو دل وجان سے حاضر تھے۔ اُن کے دوستون مین محسن الملک سید مہدی علی خان خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔ وہ سرسید کے کامون مین صرف مددگار ہی

نہ تھے بلکہ اس گاڑی کے ہانکنے مین گویا برابر کی جوڑ تھے۔ تمام قوم کے اتفاق سے سرسید کے بعد وہی اُن کے جانشین ہوئے۔ اُنھون نے سب سے پہلے سرسید کو سمجھا، اُن کی سچائی کو پرکھا، اُن کے منصوبون کی تھاہ دریافت کی اور اُن کے مقاصد کی عظمت کا اندازہ کیا، اُن کا اُسوقت ساتھ دیا جب کوئی ساتھی نہ تھا، اور اُسوقت مدد دی جب کسی سے مدد کی اُمّید نہ تھی۔

سرسیّد کے منصوبون کی ایک اور خداساز تائید یہ ہوئی کہ پنجاب کے مسلمان جنھون نے ایک مدت کے بعد نئی زندگی حاصل کی تھی اور اسلیئے انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کو خیر مقدم کہنے کے لئے تیار بیٹھے تھے، سرسید کی منادی پر اس طرح دوڑے جیسے پیاسا پانی پر دوڑتا ہے۔ اُنھون نے تمام صوبون سے زیادہ سرسیّد اور اُن کے کامون کی قدر کی۔ جو تقویت برٹش گورنمنٹ کی امداد اور حضور نظام کی فیاضی اور بعض دیگر ریاستون کے عطیّون سے ہوئی، پنجاب کے عام مسلمانون نے اُس سے کچھ کم تقویت سرسید کو نہین پہنچائی۔

سرسید کی کامیابی کے اسباب مین کالج کے اسٹاف کو بھی دخل ہے خصوصاً یوروپین اسٹاف کے بعض ممبرون نے سرسید کے دست و بازو کا کام کیا ہے۔ اُنھون نے اپنے منصبی فرائض کے علاوہ سرسیّد کے

خاص شن مین معتد بہ حصّہ لیا ہے۔

سرسید کی ذات مین راستبازی، فراخ حوصلگی، اور کشادہ دلی کے علاوہ عزم جزم اور دلیری معمولی آدمیون سے بڑھ کر تھی۔ وہ مشکل سے مشکل کام کو بغیر تردد اور تذبذب کے فوراً کر بیٹھتے تھے۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کرنے کے بعد اُس مین پس و پیش نہ کرتے تھے۔ سرعت، جفاکشی، فرائض کی پابندی، حزم و احتیاط وغیرہ خوبیان بھی اُن کی ذات مین مجتمع تھین۔

ایک اور خداداد قابلیت اُن کی فصاحت بیان تھی جسمین سچی ہمدردی کے جوش نے کشش مقناطیسی پیدا کر دی تھی۔

ہمین کچھ شک نہین کہ سرسید کی فطرت مین مختلف بلکہ متضاد کامون کے کرنے کی قابلیت تھی۔ سرسید کی وفات کے بعد مسٹر آرنلڈ نے اپنی اسپیچ مین کہا تھا کہ "دنیا مین بڑے آدمی اکثر گزرے ہین، مگر ان مین بہت کم ایسے نکلین گے جنمین یہ حیرت انگیز اوصاف اور لیاقتین جمع ہون۔ وہ (سرسید) ایک ہی وقت مین اسلام کا محقق، تعلیم کا حامی، قوم کا سوشل رلیفارمر، سیاست دان، مصنف اور مضمون نگار تھا"

پالیٹکس | بظاہر سرسید کی سیاسی خدمت چند تحریرون اور تقریرون کے سوا کچھ اور نظر نہین آتین لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد جو کچھ اُنھون نے لکھا

یا کہا، یا کیا، اُس کا بہت بڑا حصہ مسلمانون کی سیاسی حالت کی اصلاح سے علاقہ رکھتا ہے۔ اُن کی سیاسی قابلیت کا سب سے بڑا ثبوت رسالہ "اسباب بغاوت" ہے۔ اس کتاب مین سر سید نے بھی گورنمنٹ پر کانگرس سے کم کچھ نکتہ چینی نہین کی۔ مگر سر سید کی نکتہ چینی کئی باتون مین کانگرس سے مختلف تھی۔ سر سید نے جو الزامات گورنمنٹ پر عائد کیے تھے، اُن کی اطلاع حکومت ہند اور پارلیمنٹ کے سوا کسی متنفس کو نہین ہوئی۔ لیکن کانگرس نے جو الزامات گورنمنٹ پر لگائے، اُن کی تمام ملک مین منادی کی گئی۔ سر سید نے رعایا اور گورنمنٹ کی غلط فہمیان دور کرنے مین کوشش کی اور اور کانگرس نے غلط فہمیون کے پھیلانے مین۔ سر سید کی تمام خواہشون مین گورنمنٹ اور رعایا دونون کے مصالح ملحوظ رکھے گئے تھے، لیکن کانگرس کی اکثر خواہشین گورنمنٹ کے مصالح ملکی کے خلاف تھین۔ یہی وجہ تھی کہ سر سید کی اکثر شکایتون کا فوراً تدارک کیا گیا۔

سر سید نے اپنی سیاسی قابلیت کا ایک اور ثبوت ۱۸۷۱ء مین اُسوقت دیا جب ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب "آور انڈین ایمپائر" نے حکمران قوم کے دل مین مسلمانون کی طرف سے بدگمانی کا بیج بو دیا تھا۔ سر سید تو اس کوشش مین تھے کہ جہان تک ممکن ہو انگریزون اور مسلمانون مین صفائی اور خلوص اور دوستانہ میل جول کو ترقی دی جائے، مگر ڈاکٹر ہنٹر

کی کتاب اُن غلط فہمیون کو اور تقویت دینے والی تھی۔ سر سید نے سب کام چھوڑ کر اُس پر ریویو لکھنا اور پایونیر مین چھپوانا شروع کیا۔ اس ریویو نے ڈاکٹر ہنٹر کی غلطیان اور اسلام سے اُن کی ناواقفیت انگریزون کے ذہن نشین کر دی، اور یہ خیال حرف غلط کی طرح مٹ گیا کہ اسلام بغاوت کی تعلیم دیتا ہے۔ سر سید نے ضمناً یہ بھی ثابت کر دیا کہ ایسی تحریرین شائع کرنا جو حاکم و محکوم کے تفرقہ ڈالنے والی ہون مصالح ملکی کے خلاف ہین۔

سر سید کی اعلیٰ درجہ کی پولیٹیکل قابلیت کا بھید درحقیقت اینگلو اورینٹیل کالج مین چھپا ہوا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو مسلمانون کو پولیٹیکل بے وقعتی سے نکالنے والی اور گورنمنٹ مین اُن کا اعتبار زیادہ کرنیوالی ہے۔

سر سید کا سب سے اخیر کام، ملکی معاملات کے متعلق، مسلمانون کو انڈین نیشنل کانگریس مین شریک ہونے سے روکنا تھا۔ اگرچہ کانگریس کو تمام ملک کی قائم مقامی کا دعویٰ ہے لیکن اُس نے زیادہ تر اُن باتون پر زور دیا جن سے صرف تعلیم یافتہ جماعتون کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور چونکہ مسلمانون مین بمقابلہ ہندؤن کے تعلیم کی کمی تھی لہذا کانگریس کی کوششون سے فائدہ اگر پہنچ سکتا تھا تو صرف ہندؤن کو۔ ہندوستان مین قومی اختلافات کا خیال زیادہ تر سر سید کو اُسوقت پیدا ہوا جب ۱۸۶۷ء مین شمال مغربی کے سربرآوردہ ہندؤن کی طرف سے نہایت سرگرمی کیساتھ

پر کوشش شروع ہوئی کہ تمام سرکاری دفترون اور کچہریون مین اردو زبان اور فارسی خط کی جگہ ہندی بھاشا اور ناگری خط جاری کیا جائے۔ اُن کو یقین ہوگیا کہ ہندوستان کی قومین مل کر ایک قوم ہرگز نہ بنین گی، لہذا اگر مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہین تو اُنھین اپنے پاؤن پر کھڑا ہونا اور اپنے لئے خود جگہ بنانا چاہیئے۔ سرسید نے کانگرس کی اسلئے بھی مخالفت کی کہ وہ ہندوستان کی بہبودی اور ترقی کے لئے انگریزی حکومت کو بہتر سمجھتے تھے اور اسی پر مسلمانون کی ترقی اور تحفظ کا انحصار سمجھتے تھے۔

تعلیم

مسلمانون مین تعلیم پھیلانے کی غرض سے سرسید نے جو غیر معمولی کوشش کی ہین، اُن کی تفصیل بیان ہوچکی ہے۔ اس جگہ اُن کی تعلیمی خدمات کا اجمالی ذکر کردینا کافی ہوگا۔

مسلمان ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ سے ایک ایسی تعلیم کے پابند چلے آتے ہین جس مین عقلی اور نقلی دونون تعلیمون نے مل جل کر ایک مقدس مذہبی تعلیم بلکہ خود مذہب کی شکل اختیار کرلی ہے۔ اُن مین کسی نئی تعلیم کا جاری کرنا کوئی چھوٹی بات نہین چنانچہ جب ۱۸۳۵ء مین گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگریزی تعلیم جاری کرنی چاہی تو کثیر التعداد مسلمانون نے شکایت کی کہ گورنمنٹ کا انگریزی تعلیم پر اسقدر توجہ کرنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کا ارادہ ہندوستانیون کو

عیسائی بنانے کا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانون مین مغربی تعلیم جاری کرنا مشکل ہی نہین بلکہ ناممکن تھا۔

سرسید کو سب سے پہلے ۱۸۵۹ء مین جبکہ وہ بجنور سے مراد آباد بدل کر گئے، تعلیم کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا۔ اُس زمانہ سے لیکر اُس وقت تک کہ کالج نے نمایان ترقی کر لی، اُن کے تمام تعلیمی کامون مین ایک خاص ترتیب پائی جاتی ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھون نے ابتدا ہی مین پیش آنیوالی مشکل اور اُس کا حل بخوبی ذہن نشین کر لیا تھا۔ تعلیمی معاملات کے متعلق کسی قدر تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے انھون نے دو اسکول پبلک چندہ سے قائم کئے۔ ان اسکولون نے اُنھین یقین دلا دیا کہ اگر مسلمانون کو کچھ دلچسپی ہو سکتی ہے تو اُسی کالج سے ہو سکتی ہے جو قومی چندہ سے قائم کیا جائے۔ سائنٹفک سسائٹی کو بھی اُن کی تعلیمی خدمات کے سلسلہ کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے۔ پھر زیادہ تجربہ اور بصیرت حاصل کرنے کیلئے اُنھون نے ولایت کا سفر کیا اور جا کر کیمبرج یونیورسٹی اور اُس کے انتظامات کو خود دیکھا۔ مقابلہ کرنے پر جو نقائص ہندوستان کی یونیورسٹیون مین معلوم ہوئے، اُن کو ایک پمفلٹ کی صورت مین انگلستان ہی مین شائع کیا۔ ہندوستان مین پہونچتے ہی ایک طرف تو کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی اور دوسری طرف مسلمانون کو

بیدار کرنے کی غرض سے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا۔

جب کالج قائم کرنے کا ارادہ ہوا تو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ سر سید نے تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔ اور سب پر غالب آئے۔ کالج کی شاندار عمارتوں اور عمدہ اسٹاف اور بورڈنگ کے انتظام کے باعث اس کی وقعت بہت جلد پبلک اور گورنمنٹ کی نظر میں پیدا ہوگئی۔

سر سید کی تعلیمی خدمات لڑکوں کی تعلیم تک محدود ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کے باب میں اُنھوں نے کچھ نہیں کیا۔ اُن کی اس بے تعلقی کے باعث بہتوں نے اُنھیں تعلیم نسوان کا مخالف تصور کیا۔ وہ لڑکیوں کی تعلیم کو نہایت ضروری خیال کرتے تھے، لیکن اُن کا خیال تھا کہ جب تک لڑکوں میں تعلیم عام نہ ہو جائے، لڑکیوں کے لئے ضروری مسائل مذہبی کی تعلیم کافی ہے۔

مذہبی تحقیقات | سر سید نہ واعظ تھے نہ مفتی، نہ فقیہہ تھے نہ محدّث، مگر مذہبی عقدوں کے حل کرنے اور اُن کی پیچیدگیوں کے سلجھانے اور مذہب کو حقائق محققہ پر منطبق کرنے کی اُن میں عجیب قابلیت تھی۔ اُن کے پاس اطراف ہندوستان سے اسلام کی نسبت بیسیوں حل طلب سوالات صرف اس وجہ سے آتے تھے کہ موجودہ علمائے اسلام اُن کا شافی جواب نہ دے سکتے تھے۔ اکثر لوگ دُور دُور سے قصد کر کے اسی

غرض سے سرسید کے پاس آتے تھے اور اپنے شبہات بیان کرتے تھے اور مطمئن ہو کر جاتے تھے۔ سرسید کی مذہبی تصنیفات مین بیشمار تحقیقاتین ایسی اچھوتی ہین جن کو اُن سے پہلے کسی کے قلم نے مس نہین کیا۔ اسی طرح بہت سے خیالات اور رائین ہین جن کو سرسید کی اوّلیات کیساتھ تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ سرسید کی طبیعت مین مذہبی تحقیقات کا خداداد ملکہ ودیعت تھا۔ غدر کے بعد کی اُن کی ہر تحریر مین اسکا ثبوت نمایان طور پر پایا جاتا ہے۔ مگر اُن کی تصنیفات کا سب سے بہترین نمونہ تفسیر القرآن ہے، جس مین گویا نئے علم کلام کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔ تفسیر القرآن مین جو کچھ سرسید نے مسائل کلامیہ کی نسبت لکھا ہے اُس کو عام طور پر اس زمانے کی اسلامیہ فتوحات مین شمار کیا گیا ہے۔ سرسید کی بعض آراء سے نہ صرف علمائے اسلام کو بلکہ عام مسلمانون کو بھی اختلاف ہے۔ لیکن ان جزئی اختلافات کے باوجود اُس اصول کو سب نے تسلیم کیا ہے جس پر تفسیر کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

سوشل ریفارم ۔ ہندوستان مین اُنیسوین صدی کے آغاز سے وقتاً فوقتاً ایسے اولوالعزم آدمی اُٹھتے رہے ہین جنھون اپنی قوم کی سوشل خرابیون کی اصلاح پر کمر باندھی۔ مسلمانون مین دو شخصون کے سوا کسی نے اس کام پر ہاتھ نہین ڈالا۔ ایک مولانا اسمٰعیل اور دوسرے سید احمد خان۔

زمانے کے اقتضا سے مسلمانون مین ایسے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین جنکو قوم کی سوشل خرابیان محسوس ہونے لگی ہین، مگر کسی کو اتنی جرأت نہین ہوتی کہ تمام قوم کے برخلاف کسی بُری رسم یا ریت کو ترک یا کسی اچھی بات کو اختیار کیا جاسکے۔ جس شخص مین قوم کے برخلاف کام کرنے کی جرأت نہین ہوتی وہ کسی قوم کا مصلح بننے کی لیاقت نہین رکھتا۔ سر سیّد مین یہی چیز تھی جس نے اُن کو اس منصب جلیل کے لائق بنایا تھا شادی، غمی، اور تیج تہوار مین جو فضول رسمین قوم مین جاری ہین، سر سیّد کے گھر مین کہین اُن کا نام و نشان نہ تھا۔ سر سید نے اگرچہ مسلمانون کی باہمی معاشرت کی عام اصلاح کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہین کی، لیکن اسمین کلام نہین کہ اُنھون نے مسلمانون کی ایک معتدبہ جماعت کو قومی تعصبات کی بیڑی اور رسم و رواج کی غلامی سے بالکل آزاد کر دیا ہے۔ انگریزون کیساتھ اکل و شرب کو سر سیّد ہی نے احکام دینی کی رو سے جائز قرار دیا۔

تصنیف و تالیف | سر سیّد کو تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا۔ خود اُنھین کا قول ہے کہ "جیسا تصنیف و تالیف مین میرا جی لگتا ہے، ویسا کسی اور کام مین جی نہین لگتا"۔

سر سیّد کے دماغ مین تصنیف و تالیف کے متعلق دو خاصتین عجیب و غریب تھین۔ ایک یہ کہ مختلف کامون اور مختلف آدمیون کے

ہجوم مین اُن کے خیالات منتشر نہ ہوتے تھے۔ دوسری خاصیت اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز تھی۔ سر سید جب کسی کو خود لکھنا یا کسی پیشدست سے لکھوانا شروع کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے تمام پوائنٹس سلسلے وار اپنے اپنے محل اور موقع پر اُن کی آنکھون کے سامنے موجود ہین کبھی ترتیب بدلنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ سر سیّد کی تصنیفات دیکھکر ایک تیسری خاصیت بھی معلوم کی جاسکتی ہے، یعنی قوت استدلال اسباب بغاوت، مسئلہ غلامی، مسئلہ جہاد وغیرہ کے سلسلے مین جو طرزِ استدلال اُنھون نے اختیار کیا اُسکو مخالفون تک نے تسلیم کیا۔

طرز تحریر سر سیّد کی طرز تحریر نے تیس بتیس برس کے عرصہ مین اُردو لٹریچر کا رُخ پھیر دیا اور مسلمانون کے سیاسی، معاشرتی، اور مذہبی خیالات مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ جس تحریر مین یہ تاثیر اور یہ کرشمہ تھا وہ اُن متعارف خوبیون سے معرّا ہے جو مشرقی لٹریچر مین کلام کی عمدگی کا معیار سمجھی جاتی ہین۔ سر سیّد نے اپنے خیالات کے اظہار مین بناوٹ اور تصنّع سے کبھی کام نہین لیا۔ سادگی اور بے تکلفی اُن کی تحریر کا طرۂ امتیاز ہین۔ قواعد کی پابندیون سے وہ فطرتاً آزاد تھے۔ اُنکی زبان دلّی کی بول چال مین محدود نہ تھی۔ جو لفظ یا جملہ بے اختیار قلم سے ٹپک گیا وہی ان کی زبان اور بول چال تھی۔

کلام کے مؤثر ہونے کیلئے اسکا سادہ اور بے تکلف ہونا ضروری تو ہے مگر اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر سادہ اور بے تکلف کلام مؤثر بھی ضرور ہوگا۔ کلام کیسا ہی سادہ اور بے تکلف کیون نہ ہو، جبتک متکلم کا دل آزادی اور سچائی سے بھرا ہوا نہ ہو، کبھی مؤثر نہین ہو سکتا۔ سرسید کے کلام مین جو تاثیر تھی وہ درحقیقت انکی سچائی اور حق گوئی کا نتیجہ تھا۔

مگر اس کا یہ مطلب نہین کہ سرسید کی تحریر لفظی خوبیون سے یکسر مبّرا ہے، نہین اُن کی تحریر مین لفظی خوبیان بھی ہین، مگر ایسی اُجاگر نہین معلوم ہوتین جیسی دیگر مصنفون کے کلام مین پائی جاتی ہین۔ ورنہ صنایع لفظی کے سوا اُس مین تمام محاسن لفظی و معنوی موجود ہین۔ تشبیہین، استعارے، کنائے، برجستہ تمثیلین، نہایت لطیف تلمیحین، دلکش لطیفے، کہاوتین، اور اشعار برمحل جابجا نظر آتے ہین مگر ہر چیز مین بیساختہ پن پایا جاتا ہے۔

مگر جو چیز سرسیدؔ اور دیگر مصنفون اور مضمون نگارون مین مابہ الامتیاز ہے، وہ قدرت بیان ہے۔ وہ ہر مضمون کو اُسی پیرایہ مین بیان کرتے تھے جو اُس کے لئے مناسب و موزون ہوتا تھا۔

مجمع عام مین تقریر کرنا مجمع عام مین تقریر کرنا بھی ایک صفت ہے جو سرسید اور اُن کے معاصرین مین مابہ الامتیاز تھا۔ مشہور ہے کہ تین چیزین تین چیزون

کے ساتھ بہت کم جمع ہوتی ہین (۱) قوت فطری قوت عملی کے ساتھ (۲) ذہن حافظ کے ساتھ (۳) تحریر تقریر کے ساتھ، یعنی سوچنے والے اکثر کام کرنیوالے نہین ہوتے، اسی طرح ذہین آدمی قوی الحفظ کم ہوتے ہین اور اسی طرح جن کے قلم مین زور ہوتا ہے، اُن مین قوت گویائی نہین ہوتی۔ مگر سرسید کو دیکھئے تو اُن مین سب باتین موجود تھین۔ وہ جیسے سوچنے والے تھے ویسے ہی کام کرنیوالے تھے اور جیسے ذہن والے تھے ویسے ہی حافظ والے تھے، اور جیسے لکھنے والے تھے ویسے ہی بولنے والے تھے۔

سرسیّد کی تقریر کی نسبت ریمارک کیا گیا ہے کہ اُن کی کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ اُن کی قوت تقریر تھی۔ یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ کرنل گرہیم نے سرسید کو "پیدائشی مقرّر" اور اُن کی طرز تقریر کو "گلیڈاسٹون سے مشابہ" بیان کیا ہے۔

قومی اور ملکی مجمعون مین تقریرین کرنے یا لکچر دینے کا طریقہ اگرچہ دیگر ممالک مین پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان مین انیسوین صدی سے پہلے کہین اس کا سُراغ نہین ملتا۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ یہ فن بھی ہندوستان مین آیا، اور بعض بنگالی لیڈرون نے اسمین بڑی شہرت حاصل کی لیکن ان لوگون کی تمام مقرّری اور فصاحت انگریزی زبان مین منحصر ہے۔ جو برک، پٹ، اور فاکس وغیرہ تیار کر گئے ہین،

آنکھیں بند کرکے اُسپر چل نکلے۔ اپنی زبان مین کوئی داغ بیل نہیں ڈالی۔ سید احمد خان پہلے شخص ہین جنھون نے اپنی ہلکی زبان مین تقریر کے جوہر دکھائے اور اپنے اہل ملک کے لیئے ایک نیا راستہ کھولا۔ وہ انگریزی زبان سے ناواقف تھے اسلیئے اُنھیں بڑے بڑے مقررون کی اسپیچین دیکھنے یا فن تقریر کے اصول و قواعد سے واقف ہونے کا موقع نہیں ملا۔ نہ اپنی زبان مین کوئی ایسی مثال دیکھی تھی جس سے اس راہ مین کچھ مدد ملتی۔ جس طرح اُن کے اور اوصاف فطری اور پیدایشی تھے اُسی طرح تقریر کی لیاقت بھی محض خداداد تھی۔

شکل و شمائل، اوضاع و عادات، اخلاق و خصائل و مذہب

شکل و شمائل | سرسید کے چہرے کی بناوٹ اور بدن کی ترکیب اور تمام ہیئات مجموعی ایسی واقع ہوئی تھی کہ صرف اُن کی صورت دیکھنے سے باطنی عظمت کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ کرنل گرہیم نے اُن کے چہرے کو شیر ببر سے مشابہ لکھا ہے۔ سرسید کا چہرہ اگرچہ خاموشی اور فکر کے وقت، نہایت عبوس اور ڈراؤنا معلوم ہوتا تھا مگر گفتگو کے وقت اُس سے مسرت اور زندہ دلی اور گرمجوشی ٹپکتی تھی۔ بڑھاپے کی وجاہت دلالت کرتی تھی کہ جوانی مین بہت خوبصورت ہون گے۔ اخلاق مین تصنع مطلق نہ تھا۔

بات چیت مین بھی بالکل بناوٹ نہ تھی۔

اوضاع وعادات — ولایت جانے سے پہلے اُن کا لباس ہندوستانی وضع کا رہا، مگر جب ولایت کا ارادہ ہوا تو اُن کے ایک انگریز دوست نے انگلستان سے لکھا کہ "یہان آؤ تو ترکی لباس پہن کر آنا۔ ہندوستانی لباس مین آئے تو یہان کے لوگ تماشا بنالین گے۔" اسلیئے اُنھون نے ترکی لباس اختیار کیا۔ ہندوستان کے مسلمانون مین ایک قومی لباس کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ وہ پہلے ہی کر چکے تھے اور اس مقصد کیلیئے اُنھون نے ترکی لباس کو سب سے بہتر سمجھا تھا۔ یوروپین طریق پر بود وباش رکھنا، کوٹھی، بنگلون مین آبادی سے باہر رہنا میز کرسی لگا کر کھانا ولایت جانے سے پہلے ہی اختیار کر چکے تھے۔

دوستون اور مہمانون سے اُن کا دسترخوان بہت کم خالی ہوتا تھا۔ مہمانون کی خاطر ومدارات قدیم سے اُن کی ایک جبلی خصلت تھی۔ پھلون مین آم اور خربوزے نہایت مرغوب تھے۔ ولایت جاتے وقت پان کھانا ترک کر دیا، اور حقہ کی جگہ سگریٹ پینے لگے۔ کسی قسم کے مسکرات کا تمام عمر استعمال نہین کیا۔ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے تو ڈاکٹر نے کوئی ہلکی شراب تجویز کی، مگر اُنھون نے اس تجویز کو رد کر دیا۔

سرسید کی صحت بالعموم نہایت عمدہ رہی۔ عصمت وپرہیزگاری اور محنت اور کھانے پینے مین مناسب احتیاط، ان سب باتون نے اُن کے مزاج کو اور بھی اعتدال پر رکھا۔ بینائی اخیر تک عمدہ رہی، اگرچہ عینک لگانے کی عادت ہوگئی

تھی۔ لکھنے پڑھنے کا کام بے تکلف کرتے تھے، بڑھاپے مین نسیان بڑھ گیا تھا۔ دانت بھی جھو جھرے ہو گئے تھے۔ دو چار منٹ سے زیادہ تقریر نہ کر سکتے تھے لیکن تصنیف اور تحریر کا کام اخیر دم تک برابر جاری رہا۔

بچپن اور عنفوان شباب مین اُن کو میلے تماشون کا بہت شوق تھا، مگر بھائی کے انتقال کے بعد یہ شوق بالکل جاتا رہا۔

ظرافت اور خوش طبعی اُن کی جبلّیت مین تھی۔ اسمین بھی مطلق تصنع نہ تھا تحریر مین، تقریر مین، بات چیت مین، جو لطیفہ یا شوخی اُن کو سوجھ جاتی اُن سے ضبط نہ ہو سکتی تھی۔ زیادہ تر اُسن کو ظرافت اور شوخی اُن لوگون کے مقابلہ مین سوجھتی تھی جو اُسن کی تکفیر یا تذلیل کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ کسی مسئلہ کی نسبت اپنے عقیدہ کا اظہار ظرافت کے پیرایہ مین ایسے طور پر کر جاتے تھے کہ بظاہر ایک ہنسی کی بات معلوم ہوتی تھی۔ سر سید کی شوخی طبع جیسی جوانی اور کہولت کے زمانے مین تھی ویسی ہی بڑھاپے مین اخیر عمر تک رہی۔

مطالعہ کی عادت ابتدا سے اُن کی رفیق رہی۔ اُن کا مطالعہ محض تفنن اور تفریح کیلئے نہ ہوتا تھا بلکہ اُن کا مطلب مصنف کے خیالات سے اطلاع حاصل کرنا ہوتا تھا۔ کتاب مین کوئی کام کی بات نظر آتی تو اُس پر پنسل سے نشان کر دیتے تھے۔ کسی اخبار کا کوئی مضمون کام کا ہوتا تھا تو اُس کو کاٹ کر اپنے فائل مین چسپان کر لیتے تھے۔

تصنیف کی حالت مین کوئی مشکل مقام پیش آجاتا تو بالکل اُسمین مستغرق ہوجاتے تھے۔ کبھی ایسے موقع پر آنکھین بند کرکے لیٹ جاتے تھے اور جبتک طبیعت راہ نہ دیتی برابر اُسی خیال مین منہمک رہتے، عقدہ حل ہوتے ہی چہرہ پر بشاشت آجاتی۔

خطوط کا جواب دینے مین بہت فیاض تھے، جواب لکھنے کے بعد خط کو چاک کر دیتے تھے سرسید کو ابتدا سے کام کرنے کی عادت رہی۔ اُن کے قویٰ مین فطرتاً مشکلات کے برداشت کرنے اور کسی کام سے ہمت نہ ہارنے کی لیاقت اور استعداد رکھی گئی تھی وہ ہمیشہ صبح کے چار بجے سے شام کو آٹھ بجے تک برابر جاگتے اور مختلف کامون مین مصروف رہتے تھے۔ دوپہر کو کبھی پلنگ پر جاکر نہ لیٹے تھے۔ کالج کے سلسلے مین اُن پر کامون کا بہت بار تھا لیکن کسی کام کو اُنھون نے کل پر کبھی نہین اُٹھا رکھا اور ان تمام بکھیڑون کے باوجود تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی بدستور جاری رہتا تھا۔

اخلاق اور خصائل سرسید کو خدا نے دل اور دماغ دونون اعلیٰ درجہ کے عنایت کئے تھے، یہان تک کہ اُن کی نسبت یہ کہنا مشکل تھا کہ اُن مین نیکی زیادہ ہے یا عقل مسٹر بک نے اُنکے مرنیکے بعد اپنی تقریر مین کہا تھا کہ "سرسید کی لیاقتین بہت بڑی تھین مگر اُنکے اخلاق اُن سے بھی بڑے تھے"۔ اُنکی اخلاقی عظمت کی سب سے بڑی دلیل وہ غیر معمولی کامیابی تھی جو اُنکو ادنی مقاصد مین ہوئی۔ اُن کے تمام افعال و حرکات و سکنات مین چند خاص خصلتین نمایان تھین، جن کو اُن کی کامیابی مین بڑا دخل معلوم ہوتا ہے:۔ مثلاً

(۱) وہ راستبازی کے دلدادہ تھے جب کوئی بات کسی دوست سے سچائی کے خلاف سرزد ہوتی

دیکھتے تو اُنکو نہایت رنج ہوتا تھا - اُنکا قول ہو کہ "سب اخلاق سے مقدم سچائی ہی" اُنھون نے لوگون کو مجبور کیا کہ سچ بات کے کہنے مین کسی کے طعن و ملامت سے نہ ڈرین اُنھون نے محض اپنی راستبازی کی بدولت ایک عالم کو اپنا مخالف بنایا، مگر جس بات کو سچ بنایا اُسکے کہنے مین کبھی تامل نہین کیا - وہ جیسے خود راستباز تھے، اسی طرح راستبازون کی دل سے قدر کرتے تھے -

(۲) محبت اور الفت کا مادہ سر سید مین معمولی آدمیون سے بہت زیادہ تھا، یہی وجہ ہو کہ اُنکے تمام تعلقات مین محبت کا ظہور بدرجہ غایت پایا جاتا ہے -

(۳) سر سید کو اپنے کُنبے کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ رہا ہے، بھائی کی موت کا صدمہ اُنکو بیس برس تک نہین بھولا صغیر سن بھتیجے کو اسطرح پرورش کیا جیسے مائین اپنے بچون کو پرورش کرتی ہین سفر و حضر مین ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا - بی بی کے مرنیکے بعد دوستون نے بہت سمجھایا کہ دوسری شادی کر لو، مگر محبت اور وفاداری نے اجازت نہ دی جب بہت زیادہ اصرار ہوا تو اُنھون نے صاف کہدیا کہ "محمود کی مان کہان سے آویگی" والدہ کیساتھ اُن کو بے نظیر دلبستگی تھی - مرنیسے چند سال قبل اُنھون نے میرٹھ مین ایک تقریر مین اپنی مان کا ذکر کیا معاً اُن کا دل بھر آیا - بھائی کے نواسون کی اُنھون نے نہایت شفقت کیساتھ سرپرستی کی اور اُنکو اعلی درجہ کی تعلیم دلائی - اپنے خالہ زاد بھائی کے نواسون کو اپنی اولاد کی طرح اپنے پاس رکھا -

(۴) اپنے وطن سے ہر شخص کو محبت ہوتی ہے مگر سر سید کی محبت اپنے وطن کیساتھ عجیب طرح کی تھی - ایک زمانہ تھا کہ وہ دلی سے نکلنا نہین چاہتے تھے، مگر غدر کے بعد جب دلی ایک قالب بے روح رہگئی تو اُنسے دلی کا یہ حال نہ دیکھا گیا - بظاہر دلی کو سر سید نے چھوڑ دیا تھا، مگر اُنکے مضامین مین،

تقریرون اور لکچرون مین یا نجی خطوط مین جہان کہین دلّی کا ذکر آگیا ہے اُنکا دل اُمڈے بغیر نہین رہا۔

(۵) سر سید کا برتاؤ اپنے دوستون کے ساتھ بالکل نرالا تھا۔ وہ دوستون کو زندگانی کا ایک عنصر سمجھتے تھے۔ دوستون سے اُن کا جی کبھی نہ اُکتاتا تھا۔ بعض دوستون کے ساتھ نہایت بے تکلفی تھی۔ اُن سے ہر قسم کی ہنسی اور چہل کی باتین ہوتی تھین۔ جب کسی دوست کی طرف سے کوئی ایسی بات ظہور مین آتی جس سے مغائرت کا خیال پیدا ہوتا تو یہ امر اُن کو نہایت شاق گزرتا تھا۔

(۶) نوکرون کے ساتھ بھی سر سید کا برتاؤ بےمثال تھا۔ جس شخص کے قدم اُن کے ہان جم گئے پھر وہ اُن کے گھر سے مر کر ہی نکلا۔ ایک قدیم ملازم کی لوگون نے اُن سے بار ہا شکایت کی مگر وہ کسی طرح اُنکے دل سے نہ اُترا اور آخر انھین کی رفاقت مین مر گیا۔ ایک اور ملازم کی آوارگی اور بدچلنی حد سے گزر گئی مگر وہ بھی آخر دم تک اُن سے نہ چھوٹ سکا۔

(۷) سیر چشمی اور فراخ حوصلگی سر سید کے خاص اوصاف تھے۔ اُنھون نے اپنی کمائی سے نہ کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نہ اولاد کیلئے کوئی جائداد خریدی۔ جو کچھ کمایا اُسکو اپنی ضروری آسائش اور سچی عزت اور نیکنامی کے ذرائع مین صرف کیا، یا کُنبے کی خبر گیری، مستحقون کی امداد، اولاد کی تعلیم، ملک اور قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت مین اُٹھایا۔

(۸) مخالفون اور دشمنون کی بُرائیون کا تحمل کرنا اور کبھی اُن سے انتقام لینے کا ارادہ نہ کرنا، سر سید کے اُن اوصاف مین تھا جو اُن کی ذات کیساتھ مخصوص تھے۔ اُنکا قول تھا کہ "ہم کو خدا نے دنیا مین اس لئے پیدا کیا ہی کہ سب کی بھلائی چاہین۔ بُرا کرنیوالے کی بُرائی سے ہم کو کیا کام ہے"۔ ممکن ہے کہ کسی کی طرف سے اُن کے دل مین کچھ رنج ہو مگر وہ دنیا مین کسی کو اپنا دشمن نہین سمجھتے تھے۔

(۹) ایک اور وصف جسکو سر سید کے تمام کارہائے نمایان کی بنیاد سمجھنا چاہیے، اُن مین یہ تھا کہ اُن کو اپنی ہر ایک رائے پر وثوق تھا، اُسکی وجہ سے بعض لوگ اُنھین خود رائے اور ہٹیلا کہنے لگے تھے۔ اگر اُن کی رائین متزلزل ہوتین اور اُن کو اپنی تجویزون اور منصوبون پر کامل وثوق نہ ہوتا تو جو بڑے بڑے کام اُن سے بن آئے، اُن مین سے ایک بھی ظہور مین نہ آتا۔ مخالفون نے جہان تک ہو سکا اُن کے کامون مین کھنڈت ڈالی، مگر اس کے باوجود اُنکی تجویزین اور منصوبے پورے ہوتے گئے، البتہ آخری زمانے مین اصابت رائے کا پایہ متزلزل اور قوت فیصلہ کمزور ہو گئی تھی۔

سر سید پر اکثر خود غرضی اور حب جاہ کا الزام لگایا گیا ہے۔ سر سید نے اپنے لئے کچھ نہین کیا، جو کچھ کیا اپنی قوم کے لئے کیا۔ "قوم کی بھلائی" اُنکی زندگی کا مشن تھا۔ اگر اسی کا نام خود غرضی ہے تو ہندوستان کو ایسے بہت سے خود غرضون کی ضرورت ہی۔ اگر ایسے خود غرض دو چار اور پیدا ہو جائین تو ساری قوم کا

بیڑا پار ہو جائے۔ جو شخص سچے دل سے قوم کی بھلائی کے کام کرتا ہے وہ قوم کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے اور خود بھی شہرت و عزت حاصل کرتا ہے۔ عزت چاہنے سے عزت نہیں حاصل ہوتی، بلکہ عزت کے لائق کام کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔

مذہب | جہاں تک سرسید کے اقوال اور افعال اور خیالات سے استدلال ہو سکتا ہے اُن کو دین اسلام کی حقیقت کا پورا پورا الیقین تھا۔ توحید، رسالت، فرائض منصوصہ کے دل سے قائل تھے۔ شریک فی النبوۃ کے دشمن تھے، ائمہ مجتہدین کو اُمّت کا سرتاج خیال کرتے تھے، اسلام کی حمایت سے کبھی نہ چوکتے تھے۔ اسلام اور شعائر اسلام کا ادب، قرآن مجید کا احترام، اور خدا و رسول کے نام کی تعظیم سرسید کے دل میں کسی اعلیٰ سے اعلیٰ صوفی خوش اعتقاد سے کچھ کم نہ تھی۔ کج بحثی سے نفرت تھی۔ مذہبی تعصبات سے بالکل پاک تھے۔ اسلامی حمیّت جیسی سرسید میں پائی جاتی تھی وہ کسی اور میں نہیں دیکھی گئی۔

سرسید نہایت خدا پرست اور سچے مسلمان تھے۔ اُن کو ملحد، کافر، بیدین، یا نیچری کہنا سراسر بہتان ہے۔

تمام شد